الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

مکتوبات بست و ہشت

یعنی

۲۸ خطوط جو مرید و خلیفہ خاص مولانا مظفر بلخی کے نام لکھے گئے

از

سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ

مترجم

ڈاکٹر محمد علی ارشد

ناشر

مکتبہ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم بہار شریف (نالندہ)

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

مکتوباتِ بست و ہشت

یعنی

وہ ۲۸ خطوط جو مُرید و خلیفہ خاص مولانا مظفر بلخیؒ کے نام لکھے گئے

از

سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ

مترجم

ڈاکٹر محمد علی ارشد

ناشر

مکتبہ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم بہار شریف (نالندہ)

نام کتاب : ـــــــ ترجمہ مکتوبات بست و ہشت بنام مولانا مظفر بلخی رح

مکتوبات : ـــــــ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رح

مترجم : ـــــــ ڈاکٹر محمد علی ارشد شرفی

ناشر و طابع : ـــــــ مکتبۂ شرف خانقاہ معظم بہار شریف نالندہ

مطبع : ـــــــ

اشاعتِ اوّل : ـــــــ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ بار دوم : ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۲ مئی ۱۹۸۸ء

قیمت : ـــــــ Rs 20

تعداد : ـــــــ ایک ہزار ۱۰۰۰

ـــــ ملنے کے پتے : ـــــ

① مکتبۂ شرف خانقاہ معظم بہار شریف (نالندہ)

② خانقاہ فردوسیہ نمبر ۱۸ لنٹن اسٹریٹ کلکتہ ۱۴

③ دار الاشاعت اسلامیہ کلکتہ نمبر ۷۸ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ ۷۳

④ پرویز بکڈپو سبزی باغ پٹنہ

خطو کتابت کے پتے :

① مکتبہ شرف خانقاہ معظم بہار شریف (نالندہ)

② خانقاہ فردوسیہ نمبر ۱۸ لنٹن اسٹریٹ کلکتہ ۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

باوج معرفتش مرغ فہم ریختہ پر
فلک زمحفل قدرش نشانِ حلقہ در

سلطان المحققین، مخدوم العارفین، مخدوم جہاں حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس اللہ سرہ العزیز شریعت و طریقت کا وہ حسین سنگم ہیں جس کے توازن و اعتدال کو ایوان مذہب و ملت کا استحکام اساسی کہیے۔

انسانی زندگی جسم و رُوح کی آمیزش سے عبارت ہے۔ کالبد آدم کی اہمیت اپنی جگہ مگر ونفخت فیہ من روحی کے بعد اس کی حیثیت کچھ اور ہو گئی۔ ابنائے آدم کی ہدایت و اصلاح کے لیے انبیاء و رسل کا سلسلہ قایم ہوا حتی کہ حضرت سیدالمرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعٰلمین بن کے تشریف لائے۔ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد بھی حیات النبیؐ کی ایک بیّن دلیل یہ ہے کہ خیر امت کے علماء، اولیاء، واصفیاء اس منبع انوار کی مسلسل و متصل زندہ و تابندہ کرن بن کے تاصبح قیامت حکم باری بلّغ ما انزل الیک کی تعمیل پر مامور رہیں گے کہ یہی ورثۃ الانبیاء اور کانبیاد بنی اسرائیل ہیں ؎

نداشت آئینۂ دہر آبروے صفا
بصیقل کفِ پایش برآمد از زنگار

شریعت ہماری ظاہری و عمرانی زندگی کا استحفاظ کرتی ہے اور طریقت ہیں روحانی و عرفانی حیات کی ضمانت بخشتی ہے۔ لہٰذا مسجد و مدرسہ و خانقاہ غایتِ تخلیق آدم کی آئینہ دار ہیں ؎

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہ ہے
کہ در وے بود قیل و قالِ محمد

رواق احدیت سے مشکوٰۃ نبوت کی نورانی وعرفانی کرنیں کیفیات ومحسوساتِ روحانی کی سطحِ بصیرت پروہ دل نشیں دھنک بن جاتی ہیں جنھیں قادریت، چشتیت، سہروردیت، فردوسیت، نقشبندیت، شطاریت اور ابوالعلائیت کہتے ہیں۔

اے کہ کردی ذاتِ مرشد را قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

سلاسل طریقت کی وہ سنہری کڑیاں جو آسمانِ تصوف ومعرفت کے نظامِ شمسی میں آفتاب وماہتاب کی طرح درخشندہ وتابندہ ہیں اور ہم جنھیں غوثِ اعظم، خواجۂ بزرگ، قطب الاقطاب، محبوبِ الٰہی، سیّدنا، مجدد اور مخدوم جہاں کے دل پذیر وخوش صدا القاب سے جانتے ہیں، ان کی پاک زندگیوں کا مشن یہی تھا کہ بنی نوع انسان کے لیے بالعموم اور خیرامت کے لیے بالخصوص تعلیماتِ قرآنیہ وارشادات نبویہ کی شرعی وحقیقی تبلیغ فرماتے رہیں۔

صوفیائے کرام کے ملفوظاتِ عارفانہ ومکتوباتِ ناصحانہ ہم تہی دامنوں کے لیے آج بھی وہ سرمایۂ رشد وہدایت ہیں جن کی بدولت دعاء ماثورہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرت حسنۃ مستجاب نظر آتی ہے۔

مولانائے روم کی "فیہ مافیہ" حضرت ابی سعید ابی الخیر کی "مرصاد العباد" "غوث الاعظم کی "غنیۃ الطالبین" اور ملفوظات خواجگان قدست اسرارہم کی عظمت ووقعت مسلم، سبحان اللہ، مگر تزکیۂ نفوس وتصفیۂ قلوب کی جو مرغوب راہ مکتوبات مخدوم جہاں میں ملتی ہے اس کی اہمیت وافادیت برملا کا کیا کہنا، الحمد للہ۔

مکتوبات صدی ودوصدی کی طرح حضرت مخدوم کے مکتوباتِ بست وہشت کا بھی ایک مجموعۂ بسیار ارجمند وپر ارزش ہے جسے ہم تعمیر کردار انسانی وحصولِ مراتب روحانی کی بہترین کلید کہہ سکتے ہیں ؎

افسوس کہ ما دامنِ پندار گرفتیم
خورشید عیاں بود، شبِ تار گرفتیم

حضرت مخدوم جہاں کی ساری تصنیفات زبانِ فارسی میں ہیں۔ مکتوباتِ صدی معدن المعانی

مرہون ہے جن کی تفسیر وتعبیر ہر دل ونگاہ کا مقدر نہیں۔

فاضل مترجم نے جہاں ان مکتوبات عارفانہ کا بے درنگ سلیس و رواں بامحاورہ ترجمہ کیا ہے وہیں نفسِ مطلب کو من وعن برقرار رکھنے کی نہایت کامیاب کوشش کی ہے۔ عبارت کی عبارت پڑھتے جائیے دوسری زبان سے ترجمہ ہونے کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ مثلاً

"ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ وہ نماز میں کھڑے ہوئے، کھڑے ہونے کے ساتھ ہی کہہ اٹھے، میں تو کافر ہوگیا اور میں نے زنار باندھ لی۔ اللہ اکبر کیا سمجھ پیدا کی، جب تک اتنی بری مماتشرکون کا کفر حاصل نہیں ہوگا انی وجھت وجھی للذی کا جمال جلوہ نہیں دیتا۔" (مکتوب ۱۰)

"اللہ تعالیٰ نے بندہ کو جو مرتبہ اور مقام دنیا اور عقبیٰ میں دے رکھا ہے اگر اٹھارہ ہزار عالم جمع ہو جائیں جب بھی اس کو روک نہیں سکتے۔ کامل اعتقاد رکھیں، خوفزدہ نہ ہوں۔ اگر کونین کی ساری دولت آپ کے در پر ڈال دی جائے تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ میرا قصہ تو بہت طویل ہے، سب جانتے ہیں، اسے کیا لکھوں۔"

(مکتوب ۲۰)

مکتوباتِ حضرت مخدوم جہاں کی ایک بڑی خوبی ادبی نقطۂ نظر سے یہ بھی ہے کہ عبارتیں فارسی کے چیدہ و منتخب اشعار سے ایسی سجی ہوتی ہیں جیسے صناع نقش ونگار میں جواہرات جڑتا جائے۔

لایق وفایق مترجم نے ان فارسی اشعار کا ترجمہ بھی بڑی صفائی سے کیا ہے جو اُن کی فہم وفراست کی دلیل ہے اور کیوں نہ ہو یقیناً موصوف کو اپنے اجداد ومشائخ کی پاک روحوں کا فیضان ہر قدم حاصل رہا ہے۔

مکاتیب کے ترجمے سے قبل گرامی دودمان شاہ محمد علی ارشد فردوسی سلمہ نے بری بالغ نظری سے مکتوبات کا مختصر تعارف پیش کرتے ہوئے ان کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ مضامین مکتوبات کے اکثر عناوین مثلاً درسِ عمل، اتباعِ رسول، شریعت کی پابندی، راہِ راست، مقامِ عشق اور عظمتِ انسان قائم کرکے اس کی ضرورت وافادیت کی نقاب کشائی کردی ہے۔ یہ حقیقی پیش لفظ بھی قارئین کے لیے بے حد مفید مطلب ہے۔

وغیرہ کے اردو تراجم منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ حضرت مخدوم جہاں کے یہ اٹھائیس مکتوبات مبارک وہ ہیں جو حضرت مولانا مظفر شمس بلخی قدس سرہ کے نام لکھے گئے تھے اور ان کے نام دیگر مکاتیب کے ساتھ دفن ہونے سے اتفاقاً رہ گئے شاید قدرت کو انھیں محفوظ رکھنا ہی منظور تھا۔

اس وقت میرے پیشِ نظر ان ۲۸ خطوط کا وہ اردو ترجمہ ہے جو افتخار دودمانِ ولایت، گلِ بستانِ فردوسیت، صد نازش سیادت عزیز محترم ڈاکٹر سید محمد علی ارشد سلمہ اللہ الصمد نے اپنے پورے انہماک زباندانی، آشنائی رموزِ عرفانی اور ملکۂ خداداد خوش بیانی کے ساتھ انجام دیا ہے۔

مجھ جیسے ہیچ میرز و بندۂ عاجز کو اس ترجمہ پر تقریظ لکھنے کا حکم دراصل ذرّے کو آفتاب بنانے کی وہ روایتی شان ہے جس سے مترجم عزیز کا خانوادہ ہمیشہ مشرف رہا ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔

میں اپنی خوش بختی پر جتنا بھی ناز کروں کم ہے کہ اسی بہانے بارگاہِ حضرت مخدوم جہاں میں اظہارِ عقیدت کا یہ شرف تو حاصل ہوا کہ ع میں بھی لگا کے خون شہیدوں میں مل گیا۔

مستِ باطن معنی اندیشید بی آثار لفظ
محو ظاہر لفظ دید و حرفی از معنی نخواند

ملفوظات مشائخ اور مکتوباتِ اولیاء کے بہتیرے تراجم ہوئے ہیں لیکن پیش نظر ترجمہ اپنے محاسن علمی و فنی، حکیمانہ (سائنٹفک) ترتیب اور آئینۂ تلخیص کے سبب بڑے ہی امتیاز کا حامل ہے۔ فاضل مترجم نے فہرستِ مضامین کے تحت ہر مکتوب گرامی کا نفسِ مطلب مختصر مگر خوبصورت الفاظ میں سجا کر رکھ دیا ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ سارے خطوط حضرت مخدوم کے سب سے پیارے، سب سے چہیتے مرید، خلیفہ اور جانشین حضرت ملک العشاق مولانا مظفر شمس بلخی فردوسیؒ کے نام ہے جن کے متعلق مخدوم نے فرمایا تھا: "تن شرف الدین جان مظفر، جان شرف الدین تن مظفر، شرف الدین مظفر، مظفر شرف الدین"۔ حضرت مترجم نے آپ کے مختصر مگر جامع احوال بھی شاملِ کتاب کر دیے ہیں جن سے رفعتِ مضامین کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ من تو شدم تو من شدی کی اس منزل میں یہ مراسلت کیسے کیسے رموزِ ایمانی و غوامض عرفانی کو محیط ہے، اس کی تفہیم ان اشارات و کنایات سے

حضرت مخدوم جہاں کے مکتوبات وارشادات سے متعلق کچھ لکھنا دراصل مجھ جیسے بے بضاعت وکم سوار کے لیے چھوٹا مُنہ بڑی بات ہوگی ؎

دیدہ راترک ہوسہائے غنودن ہنراست
ورنہ اینجا رگ خواب ازمژہ نزدیک تراست

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولینا محمد وآلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وشہداء محبتہ اجمعین ط

فقیر حقیر
محمد طلحہ رضوی برق چشتی نظامی عفی عنہ
۵ رمضان المبارک ۱۴۰۸ء
داناپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حروف عقیدت

از۔ سید شاہ سیف الدین فردوسی

یہ مکتوبات حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے سب سے زیادہ چہیتے وعزیز ترین مرید حضرت مولانا مظفر بلخی رحمتہ اللہ علیہ کو لکھے ہیں، جن کی علمی صلاحیت، خداداد قابلیت دینی وروحانی عظمت کے معترف خود حضرت مخدوم جہاںؒ بھی تھے خط کے لکھنے کا یہ اصول وطریقہ ہے کہ بات ہمیشہ مکتوب الیہ کے عقل وفہم کے مطابق لکھی جاتی ہے، جس کا جو مقام ومرتبہ ہوتا ہے اس کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے، اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بہت مشہور ہے تکلم الناس علی قدر عقولھم " تم لوگوں سے انکی عقل وفہم کے مطابق بات کیا کرو۔

چونکہ مکتوب الیہ مولانا مظفر بلخی قدس اللہ سرہ العزیز کا مقام ومرتبہ ہر لحاظ سے بلند وبرتر تھا اسلئے آپ کے شیخ عالی مقام نے آپ کے اسی مرتبہ ومقام کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ خطوط تحریر فرمائے، ان خطوط کی حقیقت وبلند پروازی کا خیال کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا تھا کہ انھیں اغیار کی نظروں سے محفوظ رکھنا ممکن ہے کہ لوگ سمجھ نہ سکیں اور گمراہی میں مبتلا ہو جائیں، تادم حیات مولانا نے شیخ کی نصیحت کا خیال رکھا مگر ایک مرتبہ آپ نے بمصداق الفقراء کنفس واحدۃ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز کو اپنے نام کے خطوط دیکھنے دیئے جنکے مطالعہ سے حضرت نے ایسی لطافت ولذت محسوس کی، اور ایسے نادر نکات وتحقیقات مراتب ومقامات اسرار توحید ورموز معرفت سے باخبر ہوئے اور عشق ومحبت کی تڑپ وسوزش سے اسطرح آشنا ومسحور ہوئے کہ غایت جوش ومستی میں یہ جملہ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ "مکتوبات شیخ شرف الدین کفر صد سالہ مارا برکف دست نمود" حضرت مولانا مظفر بلخیؒ نے شیخ کی نصیحت کا خیال

رکھتے ہوئے وصیت فرمائی کہ جس طرح میری زندگی میں لوگ ان خطوط کو نہ دیکھ پائے مرنے کے بعد بھی نہ دیکھ سکیں تمام خطوط میرے ساتھ ہی میری قبر میں رکھ دیئے جائیں، مگر قدرت کو ان بیش قیمت و انمول جواہر ریزے کی چمک دمک سے تاریک دلوں کو روشن و منور کرنا مقصود تھا، مہیب و پرخطر راہوں کے بھٹکے ہوئے پریشان حال مسافروں کو راہ میں پڑے سنگریزوں و خارداروں سے دامن بچاکر صحیح سلامت منزل مقصود تک رسائی کرانا تھا، اس لئے یہ اٹھائیس خطوط کا نادر مجموعہ دفن ہونے سے رہ گیا اور بقول مترجم ہوسکتا ہے کہ قدرت کو ان خطوط کے ذریعہ حضرت مولانا کی عظمت و رفعت علو استعداد و انعامات آلہیہ سے اس دنیا کو باخبر کرانا مقصود ہو۔

ان مکتوبات میں حضرت مخدوم ؒ نے اپنے محبوب مرید کو اپنے طویل و وسیع تجربات عمیق وہبی معلومات، تحقیقی علمی واقفیت کی روشنی میں نفس کے مغالطوں شیطان کے فریب انسانیت کی رفعت و بلندی قلب انسان کی عظمت و وسعت محبت کی قدر و قیمت انسان کی بلند پروازی، علو ہمتی و قوت طلبی اور راہ سلوک کی پرخطر گھاٹیوں کے متعلق جو طاقتور و اعلیٰ ترین باتیں ارشاد فرمائی ہیں وہ بلاشبہ ہدایت و رہبری کا روشن چراغ و مینارہ نور ہیں، توحید و رسالت و طلب اخرت کا بیان دلنشیں، عشق و محبت و تعلق مع اللہ کا اعلان شیریں، گنجینۂ علم و معرفت کا عطر عنبریں اور اسکے رموز و اشارات کی بمثیل و بہترین شرحیں ہیں۔

بندہ کی ابدی کامیابی و ازلی کامرانی کا راز ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "کہ بندہ کی مقبولیت و کامیابی کا راز اسی میں مضمر ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے مالک و خالق کی رضا و خوشنودی میں لگا رہے ہر وہ عمل جو اسکی بارگاہ میں مقبول ہوں ان پر سختی کے ساتھ عمل کرے، لیکن خود ہی ایک جگہ ایسی بات فرما دیتے ہیں کہ جس سے حوصلہ پست و امیدیں خاک ہو جاتیں ہیں" بندہ کی مقبولیت و فتحیابی کس باب سے ہے کسی کو معلوم نہیں" یہ مختصر الفاظ دل و دماغ کو جھنجوڑ کر رکھ دیتے ہیں، امید و آرزو کے سارے قلعے مسمار و منہدم کر دیتے ہیں حزن و یاس و خوف و ہراس سے سارا جسم لرز اٹھتا ہے، عقل حیران رہ جاتی ہے کہ پھر خود ہی یہ کہہ کر مایوس و مغموم دلوں میں جینے کی تمنا پیدا کر دیتے ہیں، ناامیدی کو امیدی میں بدل دیتے ہیں فرماتے ہیں کہ ہر حال میں ہمت

بلند رکھو اور اسکی رحمت کے امیدوار بن جاؤ کہ یہی سب کچھ ہے۔ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیعًا" کی بشارت غیبی پر یقین رکھو" راہ سلوک میں ترقی کے بام عروج تک پہنچنے کے لئے بڑے حوصلہ وہمت کی ضرورت ہے ہمت جتنی زیادہ ہوگی کامیابیاں اتنی ہی زیادہ ملیں گی سالک راہ وطالب شوق کے لئے ضروری ہے کہ بلند سے بلند تر مقام کی آرزو وطلب میں لگا رہے، اس راہ میں ٹھہراؤ سالک کی ترقی کیلئے رکاوٹ وحجاب ہے اسی کو دو جملوں میں اس طرح بیان کرتے ہیں" ہمت جس قدر بلند ہوگی دولت کا ظہور ہوتا رہے گا تشنگی بڑھتی رہے گی آگے راہ اسلوک میں قدم رکھنے والوں کو خبردار کرتے ہیں کہ اس راہ کے راہی کے لئے ضروری ہے کہ وہ شدید بلاؤں وسخت ترین آزمائشوں میں ثابت قدم رہے اس لئے کہ یہ انبیاء واولیاء کیلئے مخصوص ہے جو بھی ان کے طریقہ پر چلنا چاہے گا اسے ان آزمائشوں سے گزرنا ہی پڑے گا جو جتنا ثابت قدم رہے گا پریشانیاں اتنی ہی زیادہ آئیں گی۔

ایک جگہ بڑے ہی جوش وخروش اور وثوق کے ساتھ اپنے محبوب وعزیز از جان مرید مولانا مظفر بلخیؒ کو اس بات کی تبلیغ وتاکید کرتے ہیں کہ ہمیشہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے آپکی اطاعت کے بغیر نہ سعادت اخروی کا حصول ممکن ہے اور نہ حقیقت ومعرفت تک رسائی فرماتے ہیں کہ" ہر حال میں شریعت کی پابندی کی جائے رسول خدا کی اتباع کے بغیر نجات نہیں۔ انسان اپنی ناکامی ونامرادی پر حسرت ویاس کے وقت ایسی کیفیت الجھن وپریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جسکی وجہ سے اسکی فکری وارادی قوت اور عملی طاقت جواب دینے لگتی ہے، حوصلہ پست وامنگیں مردہ پڑنے لگتیں ہیں، احساس محرومی کی شدت اسکی ترقی کیلئے رکاوٹ وسم قاتل بن جاتی ہے، راہ سلوک کی کٹھن ودشوار گزار منزلیں طے کرنے والے شہسواروں کیلئے یہ چیزیں بڑی مضر ومہلک ثابت ہوتیں ہیں۔ ایسے نازک موقع پر میدان طریقت کے شہبازوں وشہسواروں کا حوصلہ بلند کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اپنی ناکامی ونامرادی پر حسرت ویاس کے وقت کشود وکامرانی کا دروازہ کھل جاتا ہے" طالب صادق کن گذرگاہوں سے گذر کر کس طرح اپنے مطلوب ومقصود تک پہنچ سکتا ہے اسکی وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں۔" کہ مجاہدہ ریاضت گوشہ نشینی اور بھوک وپیاس سے نفس کافر کو ہٹانا مقصود ہے اسکو ہٹانے کے بعد ہی طالب

مطلوب تک پہنچ سکتا ہے۔ ایک دوسری جگہ اسی حقیقت کو ایک بلیغ جملہ میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ "اس راہ میں سب کچھ دینا ہی سب کچھ پالینا ہے" حضرت مخدوم نے اپنے تمام مکتوبات و ملفوظات میں انسان کی عظمت و خصوصیت اسکی اشرفیت و محبوبیت اور اسکے خلیفۃ اللہ ہونے کا اعلان اس کثرت و اصرار کے ساتھ مختلف اسالیب و انداز میں کیا ہے کہ انسان احساس کمتری و کم ہمتی، بے مائگی و بے نوائی کے خطرناک دلدل سے نکل کر محبوبیت و خلافت کی خلعت فاخرہ سے آراستہ، اور نفخت من روحی کے شرف سے مشرف ہو کر رفعت و عظمت کے بلند مقام کی سیر کرنے لگتا ہے۔ انسان کی حقیقت و اسرار الٰہی کے حامل ہونے کے متعلق ایک جگہ یوں لکھتے ہیں "انسان کی حقیقت سے انسان کو مطلع کیا گیا کہ یہی الوہیت کی حقیقت کے اسرار کا آئینہ اور مظہر ہے۔ ان مکتوبات کے پورے مجموعہ میں جگہ جگہ ایسے وجد انگیز نکات و اشارات اور شرعی لطائف بیان کئے گئے ہیں کہ جس سے معارفت و حقیقت کے متلاشی سلوک و طریقت کے سالک بہترین رہبری و رہنمائی کا کام لے سکتے ہیں۔

دل کی خصوصیت و کیفیت کو ایک جگہ بڑے لطیف و حکیمانہ انداز میں یوں بیان کرتے ہیں "اے بھائی ٹوٹی ہوئی چیز بے قیمت ہوتی ہے مگر دل جتنا ٹوٹا و شکستہ ہوتا ہے اتنا ہی بیش قیمت ہوتا ہے۔ اسی کو اقبال اس طرح کہتے ہیں۔

نہ بچا بچا کے تو رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ ؎
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

ان خطوط کے مطالعہ سے جو سب سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے وہ یہ کہ سرد دلوں میں عشق و محبت کی ایسی تپش و سوزش پیدا کر دیتے ہیں کہ دل محبوب کی محبت میں تڑپنے و جلنے لگتا ہے، فرماتے ہیں کہ غازیوں کی تلواریں کفار کے ساتھ وہ معاملہ نہیں کرتیں جو محبت کی آگ محبوں کی جان کے ساتھ کرتی ہے۔ پھر اس تڑپ و جلن سے دل میں بسنے والی تمام اشیاء سوائے محبوب کے جل کر خاکستر ہو جاتی ہے اور اسی محبت سے دل پر ایسی پھوار ڈالی جاتی ہے کہ جس سے وہ آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہو جاتا ہے۔ اس کا سارا میل کچیل باہر نکل آتا ہے پھر سوائے محبوب کے کسی کا اس میں گذر نہیں ہوتا یہی وہ باتیں ہیں جو بندہ کو

معبود کی مخلوق کو خالق کی نظر عنایت و لطف محبت سے قریب تر ہونے کا راز بتاتیں ہیں آخر میں یہ عرض ہے کہ اگر ان خطوط کی حقیقت و بلند پروازی تک ہماری محدود عقل کی رسائی نہ ہو سکے تو کیا ہماری خوش بختی و خوش نصیبی اس میں نہیں کہ ہم ان مکتوبات کو روز و شب کا وظیفہ بنالیں ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ہمارے دلوں کو کھول دے اس کے مفاہیم کے سمجھنے کی استعداد و صلاحیت عطا فرما دے۔ مکتبۂ شرف کے پیہم اصرار پر عم مکرم جناب ڈاکٹر محمد علی ارشد صاحب نے مکتوبات کی ترجمانی کی ذمہ داری بڑی حسن و خوبی کے ساتھ انجام دی ترجمہ نہایت سہل و آسان، رواں و شگفتہ انداز میں کیا گیا ہے اور اس کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ اس میں اصل کا لطف و مزہ، سلاست و روانی کا پورا پورا عکس و نمونہ آجائے اور قارئین اسی طرح کی لطافت و لذت محسوس کریں جو اصل زبان کے پڑھنے و سمجھنے سے پیدا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان مکتوبات کو عوام و خواص کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنا دے اس کے مترجم کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور اس کی طباعت و اشاعت میں حصہ لینے والے ہر ہر فرد کو بقا اور ہمیشہ کی نیک بختی نصیب ہو۔ آمین۔

سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی
خانقاہ بیت اشرف
بہار شریف
۱۴ر رمضان ۱۴۰۸ھ

پیش لفظ

از

مترجم

بسم اللہ والحمد للہ والسلام علیٰ رسول اللہ

مکتوبات بست وہشت کا اردو ترجمہ آپ کے سامنے ہے۔ یہ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری فردوسی رحمۃ اللہ علیہ کے ۲۸ خطوط کا وہ نادر مجموعہ ہے جو اپنے مرید، خلیفہ اور جانشین حضرت ملک العشاق مولانا مظفر شمس بلخی فردوسیؒ کے نام لکھا ہے۔

ان میں سے چند مکاتیب وہ ہیں، جو حضرت مخدوم جہاں نے اس وقت تحریر فرمائے ہیں جب ضعف پیری کا غلبہ تھا ہاتھوں میں رعشہ کی کیفیت تھی اور بصارت میں کمی آگئی تھی۔ اس مجموعہ میں چند مکتوبات ایسے بھی ہیں جن میں فائدہ کے عنوان سے حضرت مخدوم نے مفید ترین باتوں کا اضافہ کردیا ہے اور بیشتر مکتوبات تو مولانا کے خطوط کے جواب میں ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت مخدوم جہاں کے تقریباً دو سو سے زاید مکاتیب مولانا کے نام تھے جن کو مولانا ہر کس و ناکس کی نگاہ سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ اور وصال کے وقت فرما دیا تھا کہ ان خطوط کو میری قبر میں رکھ دینا۔ وصیت کے مطابق عمل بھی کیا گیا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کو مولانا کے مقامات و درجات کا اظہار مقصود تھا شاید اسی مصلحت سے یہ ۲۸ خطوط کسی طرح باہر رہ گئے، ان مکاتیب سے جہاں توحید کے سربستہ راز، ربوبیت کے اسرار، عشق کی وارفتگی، فنا و بقا کے درجات کا انکشاف ہوتا ہے وہیں مخدوم کے قلم سے مولانا کی عظمت و رفعت، استعداد ظاہری و باطنی، کمال عروج اور عروج کمال کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

سیدی و مولائی اخی معظم حضرت جناب حضور سید شاہ محمد امجاد فردوسی مدظلہ، ازیب

سجادہ مخدوم جہاں) کی خواہش ہوئی کہ مکتبۂ شرف اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع کرے۔ اس خدمت کی سعادت راقم الحروف کی قسمت میں تھی۔ حضرت کا حکم ہوا اور ترجمہ کا کام شروع ہو گیا۔ لیکن ان کتابوں کے ترجمہ کے وقت دو اہم پریشانیاں سامنے رہیں۔ ایک کا تعلق ظاہر سے ہے اور دوسری کا باطن سے۔ ظاہری پریشانی تو کتابوں کے سلسلہ میں ہے ان کتابوں میں کتابت کی اس قدر غلطیاں ہیں جن کے ترجمہ کے وقت مترجم کا دماغ گھومنے لگتا ہے اگر عنایت غیبی معاون نہ ہو تو ترجمہ میں غلطیوں کا احتمال بڑھ جائے اس کتاب کا دو نسخہ سامنے رہا۔ ایک مطبع "علوی محمد علی بخش خاں نقشبندی" کا مطبوعہ اور دوسرا غیر مکمل مخطوطہ۔ دونوں نسخوں کو سامنے رکھ کر ترجمہ کا کام مکمل کیا گیا ہے۔ فارسی اشعار اور عربی اقتباسات میں جو غلطیاں ہیں ان کی تصحیح کا کام بھی حتی الامکان کیا گیا ہے۔ دوسری پریشانی جس کا ذکر اوپر ہوا راقم الحروف کے باطنی احوال سے متعلق ہے اس کتاب کے مضامین کو لکھنے اور پڑھنے کے وقت جب اپنے احوال پر نگاہ جاتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ "کہاں تم اور کہاں یہ کتابیں اس کتاب کی روشنی میں اپنے احوال کا جائزہ لو اور دیکھو کہ واقعی تم اس کتاب کے ترجمہ کا حق رکھتے ہو یا نہیں"۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ ان مکاتیب کے مطالعہ کا حق مکتوب الیہ ہی کو حاصل تھا جو اپنے وقت میں اس راہ کے امام تھے، اس راز کے رازداں تھے۔ مقام عرفان کے عارف تھے۔ من و تو کے حدود سے اس حد تک باہر ہو چکے تھے کہ تن مظفر جان شرف الدین، جان مظفر تن شرف الدین، شرف الدین مظفر، مظفر شرف الدین کی بشارت مل گئی تھی اور جن کو حضرت مخدوم نے کہہ دیا تھا کہ "اگر من[1] نمی بودم ہمچو منصور شدی"

آئیے اب ذرا ان مکتوبات کے مضامین پر ایک طائرانہ نظر ڈال لیں۔

توحید مطلق کا بیان تو ان خطوط کی زمین ہی ہے ان کے علاوہ انسان کی عظمت و رفعت، عقل و عشق کا مجادلہ، نفس کافر سے مقابلہ، حقیقت انسانی کا اقرار، اپنی خودی کا انکار، درست ہمت، اتباع شریعت، شکستہ دلی کی قدر، فقر پر فخر، جہد مسلسل کی تلقین، عشاق کی تسکین اور مشائخین کو مریدوں کی ہدایت کے لئے چند مشورے جیسے قیمتی نکات اور مخدوم جہاں کے

---

[1] مونس القلوب ملفوظ حضرت مولانا احمد لنگر دریا بلخی ؒ مجلس ۴۶

تجربات پر یہ ۲۸ خطوط مبنی ہیں۔

نمونہ کے طور پر چند اقتباسات :۔

معیت الٰہی ارشادِ باری تعالیٰ ہے ھو معکم اینما کنتم افلا تبصرون۔
اس مع کی تفسیر میں حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجودات کے جملہ ذرات کے ساتھ اپنی ذات سے موجود ہے۔

حق تعالیٰ باہمہ ذرھا، موجودات بذات خود موجود است۔ اما معیت او نہ چوں معیت اجسام است باجسام کہ او جسم نیست ونہ چوں معیت عرض است باعرض کہ او عرض نیست ونہ چوں معیت جوہراست بجوہر کہ او جوہر نیست ونہ چوں معیت جوہر است باجسام کہ او جوہر نیست ونہ چوں معیت عرضی است باجوہر کہ او عرضی نیست۔ اری معیت روح باجسد مثال معیت حق تعالیٰ است باکل کائنات۔ زیراکہ روح نہ درون قالب است و نہ برون قالب ونہ متصل است بقالب ونہ منفصل است از قالب بلکہ روح از عالم دیگراست وقالب از عالم دیگر و بر روح عوارض واجسام واجزاء از دخول وخروج واتصال وانفصال وجزء آں !! ہیچ نیست وباایں ہم ہیچ ذرہ از ذرات قالب نیست کہ روح بااو بحقیقت موجود نیست معیت حق سبحانہ تعالیٰ باذرات عالم ہمبریں مثال است من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ اشارت بریں سر است۔" (مکتوب ۲ ص ۶)

درس عمل حضرت مخدوم جہاں حرکت و عمل اور جہد مسلسل کی تاکید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"در کار خود جد و جہد باید نمود بندہ راہمین است
الفضل لمن فضل اللہ لا بالجوھر ولا بالعمل
با اینہمہ از عمل و بندگی چارہ نیست چنانچہ از مرگ
چارہ نیست" (م ۶ ص ۱۱)

اتباع رسول جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی ضروری نہیں وہ حضرت مخدوم کی اس عبارت کو بغور پڑھیں:۔

"بعضی نااہل و فضول بگمان فاسد بہوا و جہل خود
در راہ محمل نمی روند لاجرم ازیں حدیث بوی ؑ
نصب ایشاں نیست رفتن بے راہ برمحال است"
(م ۱۵ ص ۲۰)

شریعت کی پابندی شریعت کی پابندی اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں حضرت مخدوم نے جس اہتمام سے کام لیا ہے آپ کے احوال اور اقوال اسکے شاہد ہیں

"در کار خود باید کہ صادق بود و در سعی و کوشش بحکم
شرع جد و جہد نماید و برایں آئتہ تامل کند قال اللہ
تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی
یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم۔" (م ۲۰ ص ۲۶)

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں ....

"بہر مقامی کہ برسی و بہر مرتبہ کہ برآئی باید کہ مقلد
شرع باشی۔" (م ۲۱ - ص ۲۷)

راہ راست جو راہ مستقیم پر چلتے ہیں سچائی اور راست بازی اختیار کرتے ہیں ترقی کی منزلوں پر وہی پہنچتے ہیں۔ اس نکتہ کی وضاحت حضرت مخدوم نے یوں کی ہے

"رعایت حقوق برقدر امکانی شرط است تا سلامت

بگذری تا در طور عقل است راست رفتن است و
راست گفتن و در راست رفتن بے شبہ مزید بود
نہ نقصان نہ بینی کہ ہر کہ راست می رود منزل
می رسد" (م ۱۵ - ص ۲۰)

مقام عشق اتباع رسول کی دعوت کا یہ کتنا حسین عنوان ہے۔
"سعادتی عظیم داں و عاشق خود را در معشوق گم کند
ہرچہ گوید بزبان دوست گوید و ہرچہ شنود بگوش دوست شنود و کردہ او کردہ حق باشد"۔ (م ۱۷-ص ۲۴)

عظمت انسان اس اٹھارہ ہزار عالم میں انسان ہی مسجود ملائیک ہوا اور اسی کے سر پر تاج خلافت رکھا گیا۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں :۔
ہیچ کس راز ہیژدہ ہزار عالم نگفت وَ نَفَخْتُ
فِيهِ مِن رُّوحِي مگر آدم را تا ازاں سر مسجود
ملائیک آمد و شائستہ خلافت گشت واگر نہ
آب و خاک را ایں مرتبہ از کجا"۔ (م ۲۴ ص ۲۹)

ان چند اقتباسات سے اس کتاب کی افادیت اور اہمیت بہت حد تک واضح ہو گئی ہوگی۔
اب اس کتاب کی روشنی میں حضرت مولانا کی عظمت ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا کی عظمت مکتوبات کی روشنی میں

مولانا کی ذات بابرکات پر اپنی طرف سے کچھ لکھنے اور بولنے سے زیادہ بہتر ہے کہ ان کی عظمت کا اندازہ خود ان کے شیخ حضرت مخدوم جہاں کی تحریر سے لگایا جائے۔

القاب اس مجموعہ میں زیادہ تر خطوط ایسے ہیں جن میں حضرت مخدوم جہاں نے آپ کو امام، اور مولانا کے القاب سے یاد فرمایا ہے۔ مخدوم شریعت کے اسرار و رموز سے کما حقہ، واقف تھے وہ جانتے تھے کہ امام اور مولانا کے لائق کون ہے۔ ایک مرید کے لئے اس کی امامت اور مقتدائی کی اس سے بڑی سند اور کیا ہوسکتی ہے۔

دعاء کی درخواست ایک مکتوب میں مخدوم جہاں اپنے مرید خاص سے دُعا کی درخواست بھی کرتے ہیں جس سے اگر مخدوم کا تواضع ظاہر ہوتا ہے تو مولانا کے مقام قربت کا اندازہ بھی ہوتا ہے فرماتے ہیں۔

"مارا در وقت خویش بدعا یاد دارد۔" (م ۲۔ ص ۴)

ہمت افزائی بلند ہمتی سے کام لینے پر بشارت دی جارہی ہے۔

" آں برادر دل قوی دارد و ہمت بلند کند امیدی
صادق دارد کہ ظہور ایں دولت از محلی باشد!
کہ عقول ملکی و بشری در ادراک اں عاجز آئند (م ۷، ص ۱۲)

ایک جگہ بلند ہمتی کے مزید بلند ہونے کی یوں دعاء دی جارہی ہے۔ فرماتے ہیں۔

"مکتوب آں برادر متواتر می رسد و مطالعہ کردہ می شود
نیک موافقت خاطر و قبول دل می آید مزید باد بلند
ہمتی آں برادر۔" (م ۲۲۔ ص ۲۷)

انکشاف معانی کی تعریف میں چند جملے مولانا نے لکھا تھا کہ کفر و شرک اور بت و زنار کے معانی سمجھ میں آگئے۔" اس کو پڑھ کر حضرت مخدوم نے ان الفاظ میں جواب دیا۔

"ایں ترا فتوحی بس بزرگ پدید آمدہ کہ ترا بتو نمودہ اند
انشاء اللہ تعالیٰ بعد ازیں جمال ایمان بینی۔" (م ۱۰ ص ۱۴)
اسی مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ....
"ایں فہم نیز از عالم بصیرت است دلیل است کہ ازاں طرف
نصیبی پدید آمد۔ دل خوش دارو در کار باش تا مزید پذیرد۔" (م ۱۰ ص ۱۴)
مولانا نے لکھا تھا کہ "مستی میں ترتیب قائم رکھنی مشکل ہے" اس کا جواب
مخدوم نے یوں دیا۔

آں زماں ترتیب از تو کرمی طلبید و ترتیب آنکہ
بود کہ مست نبود۔" (م ۱۰ ص ۱۶)

ایک طرف مستی کا یہ حال ہے اور مقام سکر میں رہتے ہیں تو وضو اور نماز میں فرائض، سنن اور مستحبات میں کسی طرح کی کمی نہیں ہوتی۔ مولانا کے ان احوال پر مخدوم یوں اظہار خیال فرماتے ہیں۔

"آں نشان محفوظی است علامت سکر است
للہ الحمد علی ذالک خاطر جمع دار و در کار خود
بود۔" (م ص)

مولانا کے عشق و محبت اور علوئے مرتبت کی اس سے بڑی دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ ان کو اپنے شیخ کے تبرکات میں وہی باتیں نظر آتی تھیں جو مکتوبات میں پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ مخدوم کے یہاں سے تبرک کے طور پر کنگھی بھیجی گئی اس پر مولانا نے لکھا۔

"ہر چہ در مکتوب باید خواند ہمہ در شانہ فرو خواندم
گویا ایں شانہ در پیش دل من چیزی بیان
می کند۔ (م ۱۰ - ص ۱۵)

تابانی قلب

مولانا نے جب بدر کامل اور آفتاب درخشاں کو (خواب میں) دیکھا اور اپنے شیخ کو لکھا تو مخدوم نے جواب دیا۔

"آنچہ آفتاب و ماہتاب را تمام دیدہ است
آں دل است کہ منور شدہ است شکر بگذارد
از ظلمات بشریت می گذرد انشاء اللہ تعالیٰ
بکلی بگذرد و در صحراء دل افتد گردش تمام شد
و روش پیش آید" (م ۱۶ - ص ۲۱)

شفقت شیخ

مولانا کا خط آنے میں جب دیر ہو جاتی تو مخدوم خیریت کے لئے بےچین ہو جاتے - ایک مکتوب کی ابتدائی سطریں یہ ہیں -

"خاطر جانب آں برادر متعلق بود کہ نباید در کار
آں برادر خللی افتد و مانعی و ضارئی در میان آید
چوں مکتوب آں برادر مکیف و مشرح رسید بمطالعہ
افتاد بحمد للہ ہمہ بخیر بود ہمہ موافق خاطر ایں فقیر بود
و احادیث کہ در باب شنید و دید خود نبشتہ بود
ہمہ مقدمات و معانی بر سنن و طریق روندگان و
سالکان بود الحمد للہ علیٰ ذالک" (م ۱۶ ص ۲۱)

تحسین کلام

مولانا نے جب شرح مشارق لکھی اور اس کے اجزاء اپنے شیخ کی خدمت میں بھیجا تو مخدوم نے اس کی درج ذیل عبارت میں تعریف کی -

"اجزای از شرح مشارق نبشتہ بود آں
مقدار کہ بیاض سودا بود مطالعہ کردہ شد موافق
خاطر بود معانی بسیار دارد از ہر نوعی و جنبی
و حالی" (م ۱۲ ص ۱۷)

سند مقتدائی

مولانا مقتدائی اور رہبری کے کس درجہ پر پہنچ چکے تھے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگا دیا جاسکتا ہے کہ مخدوم اپنے بعض مریدوں کو اصلاح و تربیت کے لئے مولانا کے حوالہ کر دیتے تھے -

"برائی آمدن مولانا تقی الدین کاغذی بنشتہ بود
ہمچناں است بیچارہ چند گاہی خون خوردہ است
استعداد بسیار آوردہ آنہمہ ضائع شود اورا
نگزارند در کارہائے کہ خود اند اورا در آرند"

(م ۲۸ ص ۳۵

یہاں پر حضرت مخدوم کے اس مکتوب کا وہ اقتباس بھی پیش کرنا مناسب ہوگا جو مولانا فخر الدین کے نام ہے اور جس میں مخدوم جہاں نے مولانا فخر الدین کو مولانا مظفر سے استفادہ کا حکم دیا ہے اور لکھا ہے کہ مولانا مظفر سے جو کچھ سُنئے اس کو سمجھئے کہ اسی فقیر سے سُن رہے ہیں - پوری عبارت یوں ہے -

"کار آں فرزند بمولانا مظفر حوالہ کردہ است ہرچہ
از وے شنود چناں تصور کند کہ ازیں درویش شنید
کہ در جمع امور دریں کار مطیع او بود وہرچہ پیش آید
در راہ سلوک مدد کند وحل آں از وطلبد وہمت
بلند دارد کہ مرید بے ہمت را ترقی نبود۔"

(مکتوبات دوصدی جلد دوم ص ۸۰)

مکتوبات بست وہشت کے ہر مکتوب میں ایسے دوچار جملے ضرور موجود ہیں جن سے مولانا کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے - یہاں قارئین کی واقفیت کے لئے صرف چند مثالیں دی گئی ہیں

اعتذار

مترجم کو اس کا اعتراف ہے کہ ترجمہ کی زبان میں بہت حد تک روانی کی کمی ہے اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ یہ مضامین ہی اتنے دقیق ہیں جن کو عام فہم عبارت میں مولانا مجھ جیسے طالب علم کے بس کی بات نہیں۔ لیکن اس بات کی ضرور کوشش کی گئی ہے کہ نفس مضمون کی ترجمانی میں کسی طرح کا بنیادی فرق نہ ہونے پائے میں نے اس کتاب کے مضامین کی تفصیلی فہرست بھی بنادی ہے جس سے قاری کو مطالعہ میں آسانی ہوگی اور حضرت مولانا کا مختصر احوال بھی شامل کردیا ہے۔

اہل نظر اور ارباب بصیرت اس ترجمہ میں جو خامیاں پائیں اس سے مترجم کو ضرور مطلع فرمائیں نوازش ہوگی اور مسرت بھی۔

اس کتاب کی طباعت اور اشاعت میں جن حضرات نے حصہ لیا ہے اور ترجمہ کے سلسلے میں رہنمائی کی ہے اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔

کمسن اور نیک دل کاتب عزیزی عمران علی سلمہ کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں جنہوں نے اس کی کتابت میں بہت زیادہ محنت کی اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل وکرم سے خوب خوب نوازے اور فن کتابت وخطاطی میں ان کو ماہر وقت بنادے۔ آمین

محمد علی ارشد شرفی البلخی

مختصر احوال

حضرت مولانا مظفر شمس بلخیؒ

اسم گرامی آپ کا نام مظفر، برہان الدین لقب اور برُہان تخلص تھا۔

ولادت ولادت کی صحیح تاریخ سے تذکرہ اور تواریخ کی کتابیں خالی ہیں۔ لیکن پروفیسر سید حسن صاحب سابق صدر شعبہ فارسی پٹنہ یونیورسٹی کا خیال ہے کہ آپ کی پیدائش ۷۲۵ ہجری سے ۷۳۰ ہجری کے درمیان ہوئی لکھتے ہیں۔

Maulana Mozaffar's age might have been some where near 30 years, from which it follows that his birth might have taken place between 725 and 730 A.H.[1]

بہار شریف میں تشریف آوری مولانا کی پیدائش بلخ میں ہوئی آپ کے والد حضرت شمس بلخیؒ سب سے پہلے دہلی آئے۔ دہلی کے شاہی دربار میں کسی عہدہ پر فائز ہو گئے۔ یہ محمد تغلق کا زمانہ تھا لیکن دربارِ شاہی کے اراکین میں سے کسی کی چشمک پر نگاہ پڑ گئی، مرد خدا کی حساس طبیعت کو یہ بات پسند نہ آئی اسے نفاق سمجھا اسی وقت وہاں سے الگ ہو گئے اور بہار شریف کے لئے رخت سفر باندھا اس وقت بہار شریف کے شمالی سمت میں حضرت مخدوم احمد چرمپوش رحمۃ اللہ علیہ اور جنوبی سمت میں حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہیں تھیں۔ جہاں سے تبلیغ اسلام اور رشد و ہدایت کا کام ہو رہا تھا اور قرآن و حدیث کے انوار و برکات سے دلوں کی تاریکیاں دور کی جا رہی تھیں۔ یہاں پہنچکر حضرت

(1) *Majmua-Ashaar P. 7*

شمس بلخی حضرت مخدوم شیخ احمد چرمپوش رحؒ سے مرید ہوگئے اور ان کی خانقاہ میں رہ کر یادِ خدا میں وقت گذارنے لگے۔ جب آپ کی اہلیہ اور صاحبزادگان کو اطلاع ملی تو وہ سب بھی بہار شریف ہی آگئے۔ اثنائے راہ میں جونپور کے قریب ظفرآباد میں کچھ دن قیام کیا۔ حضرت شمس کے تین صاحبزادے تھے حضرت مظفر بلخی، حضرت معز بلخی اور حضرت قمرالدین بلخی، مکتوبات بست وہشت کے مکتوب دہم میں حضرت مخدوم جہاں نے لکھا ہے کہ ـــــ

"والدہ وہمشیرہ و برادران را سلام و دعا برسانند"

اس جملہ سے مولانا کی بہن کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

اس طرح بلخی بزرگوں کا بہار شریف میں ورود مسعود ہوا۔

انتخاب شیخ اور بیعت مولانا مظفر بلخی رحؒ بہت بڑے عالم تھے، علوم و فنون میں بہت اچھی مہارت تھی۔ اس لئے طبیعت کا میلان انتخاب شیخ میں بھی ایسا ہی تھا والد سے اجازت لے کر حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰؒ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ علمی مسائل پر گفتگو ہوئی سوالات کرتے رہے اور حضرت مخدوم جواب دیتے رہے مولانا کو جو علمی وقار حاصل تھا اس کی وجہ سے اکثر مسئلہ میں لانسلم کہتے ہیں لیکن مخدوم جہاں الجھے نہیں بلکہ نہایت نرمی سے حل مشکلات کرتے یہاں تک کہ ان کی تشفی ہوگئی اور حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔

تجدید علم مرید کرنے کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ مظفر! اب تک تم نے جو کچھ پڑھا وہ جاہ و منزلت کے لئے تھا دوبارہ جاؤ اور دین کے لئے علم حاصل کرو۔ ارشادِ شیخ کے مطابق مولانا حصول علم کی غرض سے عازم دہلی ہوئے۔ دہلی میں تقریباً دو سال قیام کے بعد جب بہار شریف واپس آئے تو ان کی حالت ہی بدل چکی تھی۔ عشق و مستی کا غلبہ تھا۔

خانقاہ کی خدمت اب مخدوم جہاں نے ان کو ریاضت اور مجاہدہ میں لگایا اور خانقاہ کی خدمت سپرد کی گئی آپ نے جس جانفشانی اور محنت کے ساتھ خدمت کی اس کی مثال نہیں ملتی۔ ہڈی چمڑا ہوگئے۔ چہرہ پر جھریاں پڑگئیں۔ کپڑے پھٹ جاتے تو سینے کا اہتمام بھی نہیں کرتے۔

نوازش شیخ آپکے مجاہدہ، ریاضت اور کسر نفسی کی جب انتہا ہوگئی تو دریائے رحمت کو جوش آیا۔ شیخ کی محبت امنڈ آئی۔ آسمان شفقت سے لطف و کرم کی بارش ہونے لگی، لطیف اور بیش بہا خلعت سے نوازے گئے، آپ کا کمرہ مزین کیا گیا۔ اور انواع واقسام کے کھانے بھیجے گئے۔ اتنے دنوں کے مجاہدہ میں مولانا کا یہ حال ہو گیا تھا کہ انانیت بالکل ختم ہو چکی تھی۔ مولانا کو اپنے شیخ کے علاوہ کچھ نظر ہی نہ آتا تھا یہ سامان رہائش اور لذیذ کھانے ان کو کہاں پسند آتے۔

مخدوم جہاں نے ان کی سوختی کے عالم کو دیکھ کر قاضی زاہد کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔

"قاضی زاہد می بینی چہ راست شدہ است اینکہ لانسلم گویاں آمدہ بود۔"

نوازش شیخ کی اس سے بڑی مثال اور کیا پیش کی جاسکتی ھے کہ جب مولانا اپنے پیر و مرشد کے یہاں حاضر ہوتے تو مخدوم جہاں کھڑے ہو جاتے اور چند قدم آگے بڑھ کر استقبال کرتے۔

گھر لٹانا گھر لٹانا مولانا کی پرانی عادت تھی اور اس میں ان کو خاص لذت ملتی تھی، دربار رسالت میں اگر حضرت ابوبکر کو صدیقیت کا مقام حاصل تھا تو بارگاہ مخدوم میں صدیقیت کی یہ سنت مولانا کے ذریعہ ادا ہو رہی تھی۔ مولانا نے تقریباً چالیس مرتبہ اپنا گھر لٹوایا۔

سیاحت ہر عاشق اپنے محبوب کے قدموں سے لگا رہنا چاہتا ہے لیکن محبت کی دیوانگی میں ایک منزل ایسی بھی ہے جہاں جذب وشوق کی کیفیت اتنی تیز ہوتی ہے کہ قرب وبعد جسمانی کے اعتبارات ختم ہو جاتے ہیں، مولانا کے جذب وشوق اور فنائیت میں یہ عجیب چیز سامنے آتی ہے کہ مریدی اور سجادگی کے تمام قیود کے باوجود اپنی عمر کے بیس ۲۰ سال سے زیادہ اوقات سیر وسیاحت میں گذارے۔ ظفرآباد میں رہے، سفر حج کی تیاریوں میں سنار گاؤں میں رہے۔ مکہ مکرمہ میں قیام کیا، پھر عدن آئے اور یہاں کی زمین ایسی پسند آئی کہ یہیں رہ گئے۔ آپکے بنگال سے گہرا لگاؤ تھا۔ اور تقریباً دو سال تک یہاں قیام پذیر رہے۔

سجادہ نشینی مولانا اپنے پیر و مرشد حضرت مخدوم جہاںؒ کے وصال کے وقت عدن میں تھے جس وقت آپ یہاں پہنچے سجادگی کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ اور بعض خلفاء کلاہ تقسیم کر رہے تھے آپ نے اجتماع عام میں ان حضرات سے ثبوت طلب کیا جب کوئی واضح ثبوت

فراہم نہ ہو سکا تو آپ نے حضرت مولانا حسین نوشہ توحید بلخی رح سے فرمایا کہ حضرت مخدوم جہاں کے دست مبارک کا وہ تحریر کردہ اجازت نامہ لے آئیں۔ ابھی مولانا حسین تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ آپ نے فرمایا میرا پیر مردہ نہیں ہے چلو مزار مبارک پر چل کر دریافت کرلیں۔ جس کو حکم ہو وہی سجادہ نشین ہو۔ قاضی عالم نے لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کیا۔ اور آپ بالاتفاق اپنے شیخ کے پہلے سجادہ نشین ہوئے۔

کرامات

مولانا صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ حضرت مولانا احمد لنگر دریا بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظ مونس القلوب مجلس دوم میں مرقوم ہے کہ درخت آپ سے ہمکلام ہوتے تھے۔ اور آپ درختوں کی بولی کو سمجھتے تھے۔ مولانا نے اپنے شیخ حضرت مخدوم جہاں کو لکھا کہ میں جس راستہ سے وضو کے لئے جاتا ہوں درخت مجھ سے باتیں کرتے ہیں اور ایک درخت کہتا ہے کہ مجھ سے چاندی بنتی ہے۔ حضرت مخدوم نے جواب میں لکھا کہ تجربہ کرکے دیکھئے اگر غلط ہو تو شیطانی وسوسہ سمجھئے لاحول پڑھئے اگر صحیح ہو تو مجھے دکھائیے۔ مولانا نے اس درخت کے عرق سے آزما کر دیکھا۔ واقعی چاندی بن گئی۔ مولانا مخدوم جہاں کی خدمت میں بھیجی۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ان چیزوں کی طرف التفات نہ کیجئے۔

آپ کے برادر حقیقی حضرت قمر الدین بھی تمام علوم میں اچھی استعداد رکھتے تھے۔ آپ سے مسئلہ روح کے متعلق اکثر سوال کرتے۔ مولانا فرماتے کہ یہ نہ پوچھئے لیکن یہ پوچھنے سے باز نہیں آتے اور منع کرنے کے باوجود سوال کر دیتے ایک دن جب انہوں نے جواب کے لئے اصرار کر دیا تو مولانا کو جلال آگیا اور فرمایا کہ دانت بند کئے رہو۔ اسے حضرت مولانا کی کرامت ہی کہئے کہ ایک دن حضرت قمر الدین ترنگبین کھا رہے تھے کہ ٹھیک اسی وقت دانت پر دانت اس طرح سٹ گئے کہ ہزاروں تدابیر کے باوجود الگ نہ ہو سکے اور اسی حال میں انتقال ہو گیا۔ مولانا نے جب خواب میں اپنے بھائی کو دیکھا تو پوچھا کہ مسئلہ روح کے بارے میں جو سوال کرتے تھے وہ اب حل ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں! حق پر آپ ہی تھے جو اس کو بیان نہیں کرتے تھے۔

حضرت مخدوم جہاں اپنی والدہ محترمہ (جو ضعیفہ تھیں) کی وجہ کر فریضۂ حج کی ادائیگی

کے لئے ارض حرم نہ پہنچ سکے۔ شیخ منہاج الدین نے چونکہ سات حج کئے تھے اس لئے وہ حضرت مخدوم جہاں کے حج نہ کرنے پر برابر طعن کرتے اور حضرت مخدوم جہاں عذر شرعی بیان کر دیتے۔ ایک دن ان کے اس اعتراض کے وقت حضرت مولانا بھی موجود تھے۔ ان سے برداشت نہ ہوسکا جلال میں آگئے، شیخ منہاج الدین کو اپنی آستین دکھائی اور کہا کہ کتنا حج کیجئے گا ان کی غلاموں کی آستین دیکھے شیخ منہاج الدین نے جب اس میں دیکھا تو مکہ، مدینہ، حرم اور تمام مقامات مقدسہ نگاہوں کے سامنے آگئے اور مولانا کی آستین میں ان چیزوں کی زیارت کرلی۔ بہت شرمندہ ہوئے اس وقت ایک دو آدمی جو وہاں پر حاضر تھے انہوں نے بھی زیارت کی۔

کہا جاتا ہے کہ فیروز شاہ تغلق کو جزام کا مرض ہوگیا تھا جب کسی طرح فائدہ نہیں ہوا تو دعا کے لئے حضرت مخدوم جہاں کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ یہاں تو خانقاہ کی خدمت حضرت مولانا کے ذمہ تھی۔ بادشاہ وقت مہمان بن کر آیا تھا میز بانی اور ضیافت مولانا نے کی۔ روٹی اور پرندے کا گوشت پیش کیا۔ ان چیزوں کو دیکھ کر بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ شاید یہاں بھی شفا نہیں ہے اس لئے کہ کھانے کو وہی چیزیں ملیں جو اس مرض میں نقصان دہ ہیں بادشاہ کے اس خیال کا انکشاف مولانا کو ہوگیا جلال میں آگئے اور پکے ہوئے پرندوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ بادشاہ شکی ہے نہیں کھائے گا اڑ جاؤ۔ وہ تمام پرندے اڑ گئے۔ حضرت مخدوم نے دوبارہ روٹی اور گوشت بھیجا بادشاہ نے کھایا۔ اور صحتیاب واپس گیا۔

وصال حضرت مولانا کی زندگی کے آخری ایام ارض حرم میں گذرے اور آپ کے بھائی حضرت معز الدین کا انتقال ۹ شوال کو مکہ مکرمہ میں ہوا۔ اس حادثہ کا آپ کے دل پر بہت اثر ہوا۔ اپنے بھائی کی رحلت کے وقت مولانا خود وہاں پر موجود تھے اور زبان مبارک سے فرمایا کہ معز الدین! ہوتا تو یہ کہ مجھے پہلے لے جاتے کیونکہ میں تم سے بڑا ہوں پھر فرمایا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان بس یہی پیراہن ہے حضرت معز الدین بی بی خدیجۃ الکبریٰ رض اور حضرت فضیل عیاض رض کے قریب ہی مدفون ہوئے۔

بھائی دنیا سے رخصت ہوئے اور آپ مکہ معظمہ سے رخصت ہو کر عدن چلے آئے۔ راستہ

میں پیراہن پھٹ گیا تو درزی سے پیوند لگانے کے لئے کہا آپ کے بھتیجے اور خلیفہ حضرت مولانا حسین نوشہ توحید بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ نیا کپڑا موجود ہے حکم ہو تو حاضر کروں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تم پہنو۔ پھر نیا دستار باندھنے کے لئے التماس کیا اس کے جواب میں بھی انکار ہی کیا اور فرمایا کہ تم باندھو۔ اس کے بعد حضرت حسین نے کہا کہ ایسے الفاظ زبان مبارک پر نہ لائیں ہم لوگ تو اس کے امیدوار ہیں کہ آپ کی موجودگی میں دنیا سے رخصت ہوں تاکہ آپ ہم لوگوں کے جنازہ کی نماز پڑھائیں۔ یہ سن کر آپ نے قبلہ کی طرف رخ کر لیا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول نہ کرے۔ آخر عدن پہنچ کر آپ کی طبیعت خراب رہنے لگی۔ زندگی کی آخری علالت جب شروع ہوئی تو اکیس روز تک بیمار رہے، ہر وقت خاموش رہتے کھانا پینا ترک فرما دیا کوئی پوچھتا تو فرماتے کہ اس وقت مجھ کو تشویش نہ دو مجھے اپنے کام میں رہنے دو۔ آخر وہ وقت قریب آ ہی گیا جس کا آپ کو انتظار تھا۔ اپنے بھتیجا اور خلیفہ حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید رحمۃ اللہ علیہ کو قریب بلایا آثار رحمت اور اپنے پیروں کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ بہار جاؤ۔ اس کے بعد جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ آپ کے وصال کی تاریخ ۳ رمضان المبارک ۸۰۳ھ ہجری مطابق[1]

عدن میں آپ کی آخری آرامگاہ بنی اور مزار پر انوار مرجع خلایق ہے آپ کی درگاہ "روضہ پیر ہندی" کے نام سے مشہور ہے۔

تصنیفات

حضرت مولانا مظفر شمس بلخی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصنیف بزرگ تھے آپ نے بھی اپنے پیر و مرشد حضرت مخدوم جہاںؒ کی اتباع میں رشد و ہدایت کا کام مکتوبات سے لیا ہے۔ آپکے مکتوبات کا ایک بیش بہا اور نادر مجموعہ آج بھی موجود ہے۔

یہ مولانا ہی کی شخصیت ہے کہ ایک ہاتھ میں "جام شریعت" ہے اور دوسرے ہاتھ میں "سندان عشق"۔ آپ ملک العشاق ہیں اسکے باوجود دامنِ شریعت کسی وقت ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔ اس کا اندازہ آپکی حیات اور آپ کے کلمات سے بخوبی ہوتا ہے ۱۲۲ مکاتب کا

[1] الشرف مصنفہ ڈاکٹر سید شاہ محمد طیب ابدالی صفحہ ۷۸۔ ۷۹

مجموعہ راقم الحروف کے پیش نظر ہے۔

مکتوبات کے علاوہ تصوف اور حقیقت درویشی کے مضمون اور نکات پر رسالہ ہدایت درویشی بھی تحریر فرمایا ۱۲۹۹ ہجری کا مخطوطہ راقم الحروف کے پیشِ نظر ہے۔ آپ کی تصنیفات میں شرح عقاید نسفی اور شرح مشارق انوار کے نام بھی لئے جاتے ہیں۔ لیکن اب یہ کتابیں شاید مفقود ہیں۔

نثری تخلیقات کے علاوہ آپ کا ایک دیوان بھی ہے آپ کے دیوان کا دو مطبوعہ نسخہ راقم کے پیش نظر ہے ایک حفیظ الدین بلخی کا چھپوایا ہوا اور دوسرا پروفیسر سید حسن صاحب کے تصیح و تحشیہ کے ساتھ مارچ ۵۸ء کا شائع کردہ آپ کو فارسی میں کمال حاصل تھا جو کچھ کہتے بے تکلف کہتے تصنع کا کہیں پتہ نہیں۔ مولانا کے یہاں مضمون انتہائی ادق ہے مگر انداز بالکل سادہ، تصوف وحدت الوجود، حقیقت عشق اور سوزش و تپش کے اشعار آپ کے مجموعۂ کلام میں ملتے ہیں۔

چند اشعار بطور نمونۂ کلام درج ذیل ہیں ؎

ما ببال عشق بالا می رویم — از زمیں بر چرخ اعلیٰ می رویم
خانہ و بازار و شہر و کوہ و دشت — ہر کجا عشق است آنجا می رویم
آمدہ بودیم از دریا بموج — بار ہم از موج دریا می رویم

گر باد صبا بوئے تو ہر شب نرساند — یک روز بہ ہجر تو کسے زندہ نماند
امروز مرا مست کن از جام لب خویش — تا سال دگر مے کہ خورد زندہ کہ ماند

فہرست مضامین

صفحہ

پیش لفظ ۱۱

احوال حضرت مولانا مظفر شمس بلخی رحمۃ اللہ علیہ ۲۱

مکتوب - ۱

شدید ترین بلائیں انبیا اور اولیا کے لئے ہیں بلا اور مصیبت کی آزمائش میں ثابت قدم رہیں۔ کسی کو معلوم نہیں کہ بندہ کی قبولیت اور کشادو فتحیابی کس راہ سے ہے۔ ۴۳

موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آزمائشیں اور نوازشیں اللہ کی ربوبیت کے عِلم کو بندوں کا عِلم احاطہ نہیں کرسکتا۔ ۴۴

مکتوب - ۲

علم مکاشفات کو لکھنے کی اجازت نہیں۔

عالم ملک، عالم ملکوت، عالم جبروت عالم لاہوت اور اس کی لطافت کا بیان۔ ۴۵

احاطت کا بیان۔ //

انسان کی حقیقت ہی الوہیت کی حقیقت کے اسرار کا آئینہ اور مظہر ہے۔ ۴۶

مخدوم جہاں کا مولانا سے دعا کی درخواست //

فائدہ :- اطاعت والدین کے سلسلہ میں سورہ عنکبوت کی آیت کی تشریح۔ ۴۶

فائدہ :- ساری چیزوں کی تخلیق میں اللہ کی حکمت کاملہ ہے۔ ۴۷

ساری چیزیں وجود میں آنے سے پہلے ہی صانع کے علم وادراک میں ہیں۔ //

فائدہ :- عاشق کو خوف و رجا نہیں ہوتا۔	۴۸
محب صادق وہ ہے جو اپنی مرادوں کو محبوب کی مراد پر فدا کر دے۔	〃
فائدہ :- محبوب کے عالم میں "من و تو" نہیں ہے۔	۴۸
عارف کی حقیقت اور معارف کے انوار	
فائدہ :- فرشتوں کا سجدہ آدم کی تعظیم اور اللہ کی عبادت کے لئے تھا۔	۴۹
فائدہ :- اہل دنیا اور اہل عقبیٰ کے احوال	〃
فائدہ :- آیۃ کریمہ انا علی ان نریك بهم لقادرون کے تحت علم الٰہی اور قدرت الٰہی کا بیان۔	۴۹
مکتوب - ۳	
اللہ تعالیٰ کی معیت کا بیان	۵۰
معیت رابع	〃
روح کا بیان	〃
منکروں کا اعتراض اور اس کا جواب	۵۱
	〃
مکتوب - ۴	
مولانا کے احوال کی درستگی کی بشارت	۵۲
مطلوب کی قدر و منزلت کے مطابق محنت کی جائے۔	〃
واجب الوجود کا فیض ممکن الوجود کے لئے ممنوع نہیں۔	۵۲
صورت نظر آنے کے لئے آئینہ کا صاف و شفاف ہونا ضروری ہے۔	〃
شریعت کی ذمہ داریاں عقل والوں پر ہیں دیوانوں پر نہیں۔	۵۳
عشق جنون الٰہی ہے۔	۵۳

اگر طالب صادق ہے فیض خود پہنچتا ہے۔ ۵۲
بندہ کے لئے ادب، تواضع اور شرمندگی ضروری ہے۔ //
نفس کو راستے سے ہٹانے کی فکر کی جائے۔ //
اللہ کی راہ خود تمہارے اندر ہے۔ ۵۳
انسان کی حقیقت ہی اللہ کی الوہیت کے اسرار کا آئینہ اور مظہر ہے۔ ۵۴
پاک و طاہر فرشتوں کے باوجود مٹی کے پتلا آدم کے مسجود ملائک بنایا گیا۔ //

مکتوب — ۵

احوال معانی پر ٹھہر جانے سے خامی رہ جائے گی۔ ۵۵
دیکھنے اور آگے بڑھ جانے سے پختہ کاری آتی ہے۔ //
جس طرح پھلوں کے لئے دھوپ اور سایہ ضروری ہے اسی طرح سالک کے لئے دو مختلف الصفات ہونا ضروری ہے۔ ۵۵
صفات بشریت حقائق کے منافی اور ضد ہیں۔ ۵۵
ظاہری مسلمانی باطنی کفر کے ساتھ نفاق ہے۔ ۵۶
خلق کے مقتول کا خون بہا دینار ہے اور اللہ کے مقتول کا خون بہا دیدار ہے۔ //
راہ ہجر میں موت عظیم سرمایہ ہے۔ //
نفس کافر ہی سب سے بڑا حجاب ہے۔ //
حضرت بایزید بسطامیؒ کی مناجات اور بارگاہ خداوندی سے اس کا جواب۔ ۵۶
مجاہدہ، ریاضت، گوشہ نشینی اور بھوک و پیاس سے نفس کافر کو ہٹانا مقصود ہے ۵۷
نفس کافر کو ہٹانے کے بعد ہی طالب مطلوب تک پہنچتا ہے۔ //
نحن اقرب الیہ من حبل الورید کی تشریح //
قرب مجازی اور قرب حقیقی کی تشریح ۵۷

نفس کافر کو راہ سے ہٹانا طالب پر فرض عین ہے۔	۵۸
دیوانوں کے کام اور ہیں اہل غفلت اور اہل عادت کے لئے کام اور ہیں۔	
مولانا کی والدہ، ہمشیرہ اور بھائیوں کے لئے مخدوم کی دعائیں۔	〃
مکتوب — ۶	
حقیقی مسافت کا بیان۔	۵۹
ٹوٹی ہوئی چیز بے قیمت ہوتی ہے اور شکستہ دل قیمتی ہوتا ہے۔	
موسیٰ علیہ السلام کی مناجات اور اس کا جواب۔	〃
علم کی دو قسمیں ہیں علم زبان اور علم قلب۔	
جس کو علم قلبی حاصل ہے وہی عالم و عارف ہے۔	〃
علم کے مطابق عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ مزید علم کا وارث بنا دیتا ہے۔	۶۰
اس راہ میں سب کچھ کھو دینا ہی سب کچھ پالینا ہے ہر کام کیلئے وقت مقرر ہے۔	۶۰
جتنا دوسروں کو اللہ کی رحمت پر فخر ہے اس سے زیادہ شیطان کو اپنی لعنت پر فخر ہے۔	〃
ایاک نعبد و ایاک نستعین کی دونوں کاف میں دل کی تابانی پوشیدہ ہے۔	۶۱
قاضی زاہد کا ذکر۔	۶۱
جنید بغدادیؒ سے تارک ماسوی اللہ کے متعلق سوال۔	〃
راہ سلوک میں شاکر رہنے اور طمانیت قلب کی تلقین۔	〃
بندہ کا کام کوشش ہے۔	〃
اللہ کا فضل اس کے فضل ہی سے ہے۔	۶۱
بندہ کو عمل اور بندگی سے نجات نہیں۔	۶۲

مکتوب ۔ ۷

اپنا وجود ہی حجاب ہے۔ ٦٢
اس کی دوستی اپنی دشمنی سے پیدا ہوتی ہے۔
میدان حشر میں عشاق کا خواص کو انتباہ۔ ٦٢
جس کی خودی اپنی نگاہ میں ہے اس کو عالم اخلاص کی خبر نہیں۔ ٦٣
جو ہمت کو بلند رکھتا ہے اس پر دولت کا ظہور ہوتا ہے۔ 〃
موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آزمائش اور نوازش۔ 〃

مکتوب ۔ ۸

چند اشعار جن کو مطالعہ میں رکھنے کی ہدایت۔ ٦٤

مکتوب ۔ ۹

٦٥
کام فضل پر ہے استحقاق پر نہیں۔ ٦٥
ساحران فرعون اور موسیٰ علیہ السلام میں مقابلہ۔ ٦٦
نفس کافر کی ذلت اور حیاتِ حقیقی کا حصول۔ 〃
اللہ کے تمام ولی زندہ ہیں۔ 〃
اللہ کے ولی مرتے نہیں بلکہ انتقال مکانی کرتے ہیں۔ ٦٧
جو اللہ کے لئے فنا ہو گیا اس کی بقا اللہ کے ساتھ ہو گئی۔ 〃
فائدہ :۔ علمائے شریعت اور متکلمین کا خیال ہے کہ روح جسم لطیف ہے 〃
اور اس کی کیفیت کو ہم نہیں جانتے۔ اقلیم الاسلام میں مذکور ہے کہ خواص 〃
کو اس کا علم ہوتا ہے۔

روح کی کیفیت کو افشا کرنے کی اجازت نہیں۔	۶۷
روح کی کیفیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف تھی۔	″
فائدہ :- رسول خدا صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوہ احد مجھ سے محبت کرتا ہے۔	۶۸
اور میں اس سے محبت کرتا ہوں۔	″
قیامت کے دن کوہ احد کا سنگی لباس اتار کر صدیقوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے گا۔	″
اصحاب قلوب جمادات کی باتیں جانتے اور سنتے ہیں۔	″
عالم کا ذرہ ذرہ اپنے خالق کا عاشق اور طالب ہے۔	۶۹
مکتوب - ۱۰	
چند اشعار، جن کو ذہن نشین کرنے کی ہدایت۔	۶۹
حضرت مولانا کے لئے حضرت مخدوم کی بشارت۔	″
جبتک لا الہ کا کفر حاصل نہیں ہو گا إلا اللہ کا جلوہ نظر نہیں آئے گا۔	۷۰
دل جتنا صاف ہو گا نظر اتنی ہی زیادہ صاف ہو گی۔	″
معانی کے اظہار کے لئے زلف، خال، کفر، بت، زنار اور صورت جیسے الفاظ کا استعمال ضروری ہے۔	″
اس راہ میں بکواس کرنے والے اور فضول بکنے والے کی ضرورت نہیں۔	″
اہل کرم محتاجوں کو کچھ دکھاتے ہیں تو وہ چیز دیتے بھی ہیں۔	″
تمام سالکین اپنی خودی سے نجات پانے کی فکر میں ہیں۔	۷۱
اس راہ میں حرف وصوت کی ضرورت نہیں۔	″
جب ایک درخت سے انی انا اللہ جاری ہو تو منصور حلاج کا انا الحق کہنا کیوں جائز نہیں۔	″

حضرت ابو بکر صدیق کی فضیلت کا سبب	۷۲
محب کے ساتھ محبوب کا ناز و ادا۔	//
مولانا کنگھی میں وہی پڑھتے تھے جو مکتوب میں پڑھتے تھے۔	//
سالکوں کے صدق و کذب کی آزمائش ہوتی ہے۔	۷۳
ہر کام کا وقت مقرر ہے۔	//
مستی اور دیوانگی میں ترتیب قائم نہیں رہتی۔	۷۴
فرائض، سنن اور مستحبات کو قائم رکھنا سکر کی علامت ہے۔	//
فنا میں تمام سالکین برابر ہیں لیکن بقا میں فرق ہے۔	۷۵
مولانا کی والدہ، ہمشیرہ، برادران، بھانجا اور دیگر عزیزوں کے لئے مخدومؒ کی دعائیں۔	//
مکتوب ۔ ۱۱	
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آزمائش اور نوازش اپنی ناکامی اور نامرادی	۷۵
پر حسرت و یاس کے وقت کشود و کامرانی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔	۷۶
مکتوب ۔ ۱۲	
مولانا کے شور و شغب کا بیان۔	۷۶
مولانا کی شرح مشارق کی تحسین۔	//
مولانا کو علم سے الگ ہو کر معلوم کی طرف متوجہ ہونے کی ہدایت۔	//
مکتوب ۔ ۱۳	
شور و غوغا کا اظہار بہت نہیں۔	۷۷

منصور کا انا الحق کہنا ان کے گنجائش کی کمی ہے۔	۷۷
مکتوب - ۱۴	
چند واقعات کی نشاندہی۔	۷۸
مکتوب - ۱۵	
مولانا حمید الدین ناگوری کے اشعار	۷۸
توحید کا راز افشا کرنے کی سزا سولی ہے۔	״
ذکر حقیقی کی تعریف	۷۹
کشف خیالی اور کشف حقیقی کا بیان	״
بادۂ وحدت سے بدمستی نہ ہو۔	״
ہمت جس قدر بلند ہوگی تشنگی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔	۸۰
پختہ کاری کے لئے لطف وجلال دونوں ضروری ہے۔	״
غیر سے غیر مجازی مراد ہے حقیقی نہیں۔	״
مکاشفات کا تحریر میں لانا ممکن نہیں۔	״
امام شبلی نے دعا کی "رب زدنی تحیرا"	۸۱
بلاؤں کے خوگر کے لئے بلائیں عیش بن جاتی ہیں۔	״
سمندر توحید میں علم وعقل غرقاب ہوجاتے ہیں۔	״
ایک مرصع غزل۔	۸۲
سب کچھ اللہ کی جانب سے سمجھنا چاہئے۔	۸۳
قناعت سے بڑا کوئی ملک نہیں۔	״
سلامتی کے لئے حقوق کی رعایت ضروری ہے۔	۸۴

اتباع شریعت کی تاکید ٨٥
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر نجات نہیں۔ ″

مکتوب ۔ ١٦

مولانا کے متعلق مخدوم کا تردد اور دعائیں۔ ٨٦
کشف و کرامت سے احتراز کا حکم۔ ٨٦
انوار سفلی اور انوار علوی کی تعریف۔ ″
مولانا کے لئے مخدوم کی بشارت۔ ٨٧
حالت بھوک میں ذکر کے فواید حاصل ہوتے ہیں۔ ″
طے کا روزہ رکھنے کی ہدایت۔ ″
شرح آداب المریدین کا ذکر۔ ″
خواجہ خضر کے ساتھ نماز پڑھنے پر مخدوم کی بشارت۔ ″
سورہ فلق اور سورہ ناس پڑھنے کا حکم۔ ″
ملکوتی خوشبو کا بیان۔ ٨٧

مکتوب ۔ ١٧

الا اللہ کے در کا پہرہ دار ابلیس ہے۔ ٨٨
اہل ہمت اور عرفا ملک و ملکوت کی قید سے آزاد ہیں۔ ٨٩
ابلیس اور موسیٰ علیہ السلام میں سوال وجواب ″
اگر محبوب سامنے ہے تو نشانیوں پر نظر رکھنا ظلم ہے۔ ٩٠
فراق یوسف میں یعقوب کی بیقراری۔ ٩٠
مخلوقات کی پیدائش تاریکی سے ہوئی۔ ٩١

منصور کی انا اور ابلیس کی انا میں فرق۔	۹۲
عاشق کا ہر فعل معشوق کے فعل کے مطابق ہو۔	〃
مکتوب - ۱۸	
لکھنا اور بولنا پردہ سے باہر ہے۔	۹۳
حق تک رسائی کے بعد استقامت کا حکم۔	〃
مکتوب - ۱۹	
حضرت ابویزید رحمۃ اللہ کی عربی عبارت کا ترجمہ	۹۴
خواجہ سنائی کے اشعار	۹۵
حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی عبارت کا ترجمہ۔	〃
گفتگو قانون اور اصول کے مطابق کی جائے۔	۹۵
مکتوب - ۲۰	
دعوی قدوسیت وطہارت صرف اللہ کے لئے ہے۔	۹۶
بندہ کو اسی قدر ملے گا جتنا مقدر میں حصہ مل چکا ہے۔	〃
بزرگوں کی دعا ہے اللھم لا مانع لما اعطیت	۹۷
احکام شریعت پر عمل کی تاکید	〃
شریعت، طریقت، حقیقت ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اور ان کو کوئی الگ نہیں کر سکتا۔	〃
مکتوب - ۲۱	
اپنی خودی سے نکل آنا اور اپنے نفس کو دشمن بنا لینا محبت الٰہی کی خوشخبری ہے	۹۸

اپنی تعریف سے خوش نہ ہوں ۹۸
کسی سے تعریفی جملہ سننے پر ایک خاص دعا پڑھنے کا حکم۔ 〃
اہل معرفت کے نزدیک مدح و ذم یکساں ہیں۔ 〃
اللہ کے نزدیک جو اچھے ہیں وہی اچھے ہیں اللہ کے نزدیک جو برے ہیں وہی برے ہیں 〃
مریدوں کے حال کے مناسب عمل کیا جائے۔ ۹۹
شرع کی پابندی اور عشق میں دیوانگی۔ 〃
خواجہ یحییٰ معاذ رازیؒ کا ایک پسندیدہ قول 〃
ہر حال میں شریعت کی پابندی ضروری ہے۔ 〃
حاسدوں سے ہوشیار رہنے کا حکم۔ 〃
عاقبت خاتمت بخیر ہونے کی دعا۔ 〃

مکتوب ـ ۲۲

مولانا کے خطوط کی رسید اور مضامین کی تحسین۔ ۱۰۰
دونوں جہان کو ذات الٰہی کے لئے حجاب نہ بنائیں۔ 〃
حضرت بایزید بسطامیؒ کا ایک قول۔ 〃
جب مطلوب لامتناہی ہے تو اس کی طلب بھی لامتناہی ہوگی۔ 〃
زیادتی قوت کی درخواست۔ ۱۰۱
رب زدنی علما میں اشارہ۔ 〃
لا تقنطوا من رحمۃ اللہ کی صدا۔ ۱۰۱
عقل اور عشق میں فرق۔ 〃
عقل میں تقسیم ہے عشق میں تقسیم نہیں۔ 〃
عاشقوں کے نزدیک رد و قبول، منع و عطا، وفا و جفا یکساں ہیں۔ 〃

فخرالدین صاحب اور دیگر عزیزوں کے نام خط بھیجنے کی اطلاع۔	١٠١
حضرت مخدومؒ کے ضعف پیری اور ہاتھوں میں رعشہ	١٠٢
مکتوب ۔ ٢٣	
ترقی درجات کے لئے جہد مسلسل کی تلقین۔	١٠٢
عشق کے متعلق منازل السائرین کی عبارت۔	١٠٣
اللہ کی محبت میں بندہ کا حد سے گذر جانا عشق ہے۔	〃
یحبھم و یحبونہ کا راز	〃
حروف مقطعات کا اشارہ عشق کی طرف ہے	〃
مولانا حمیدالدین ناگوری کی شرح اسماء الحسنیٰ	〃
عاقبت خاتمت بخیر ہونے کی دعاء	〃
مکتوب ۔ ٢٤	
خواجہ فریدالدین عطار کے چند اشعار پڑھنے کی ہدایت	١٠٤
ان اشعار کے اسرار و رموز کی قانون کے مطابق سمجھنے کا حکم۔	〃
توحید مطلق کے ثبوت میں قرآن کی دلیل فی انفسکم افلا تبصرون اور	〃
اس کی تائید میں نحن اقرب الیہ من حبل الورید	١٠٥
انسان کی عظمت کا بیان	〃
فائدہ:۔ عابد اور عارف میں فرق	١٠٦
قابل قدر وہ ہے جو اللہ سے اپنے لئے کوئی چیز نہ مانگے۔	〃
فقر کی صفت۔	〃
فائدہ:۔ محب وہ ہے جو حبیب کی محبوب مراد کو اپنی محبوب مراد پر مقدم رکھے۔	〃

جو اللہ کی محبت سے خالی ہوا وہ آخرت کی مشکلات میں پڑ گیا۔ ۱۰۶

فائدہ :- وجود حق ہے اور عدم باطل۔ 〃

امکان جس وجہ کہ عدم ہے باطل ہے اور جس وجہ سے موجود کا وجود رکھتا ہے حق ہے ۱۰۶

ذوالوجہین کو جلا دینے کی تاکید

فائدہ :- ہماری محبت لم یکنی اور اس کی محبت لم یزلی ہے انا الحق کی صدا کب بلند ہوتی ہے۔ ۱۰۷

فائدہ :- کبر و تعذر کے بغیر عشق میسر نہیں۔ 〃

معشوق کے لئے کبر و تعذر ہے اور عاشق کے لئے ذلت و خوف 〃

فائدہ :- غیرت عاشق اور غیرت معشوق کا بیان 〃

دنیا اور آخرت کی نعمتیں درخواست سے حاصل ہوتی ہیں اور وصل برخاست سے حاصل ہوتا ہے۔ ۱۰۸

شکستہ دلی کے وقت مراد پوری ہوتی ہے۔ 〃

فائدہ :- وصل درخواست و برخاست سے حاصل نہیں ہوتا۔ 〃

فائدہ :- عالم محبوب سے عاشقوں کو خطاب۔ 〃

فائدہ :- معشوق خود ہی اپنی معرفت تک پہنچا دیتا ہے۔ 〃

مکتوب ۔ ۲۵

عقل و عشق میں فرق۔ ۱۰۹

عاقل پر جو پابندیاں ہیں وہ دیوانوں پر نہیں ۱۱۰

العشق جنون الہی 〃

جہاں عشق ہے وہاں عقل نہیں۔ 〃

عاشق بیدل ہوتے ہیں ان سے کوئی مواخذہ نہیں۔ 〃

۱۱۱	اہل ظاہر اور دقیق باتیں۔

مکتوب - ۲۶

۱۱۲	امام شبلی کا قول ہے کہ عارف بہرے، گونگے اور اندھے ہوتے ہیں۔
۱۱۲	سالکین کا غم اور ان کے احوال
۱۱۳	جو حدوث کی آلودگی کے ساتھ ہے اسے بارگاہ بیچوں میں گذر نہیں۔
۱۱۴	عقل کچھ کہتی ہے اور عشق کچھ کہتا ہے
″	یحبھم ویحبونہ میں عشق کی باتیں ہیں۔
	اس آیت میں عاشقی کا مفہوم ہے۔
″	اس آیت کی روشنی میں مرتبہ انسانیت۔
″	حضرت مخدوم کی ضعف پیری، کمی بصارت اور ہاتھوں میں رعشہ کا تذکرہ۔

مکتوب - ۲۷

۱۱۵	مولانا کے شور و فریاد کا بیان
″	مقام تحیر کا بیان
″	غازیوں کی تلواریں کفار کے ساتھ وہ معاملہ نہیں کرتیں جو محبت کی آگ
″	محبوں کی جان کے ساتھ کرتی ہے۔
″	فریاد و فغاں سے چھٹکارا نہیں۔
″	تسلیم و رضا کے علاوہ دوسری راہ نہیں۔

مکتوب - ۲۸

۱۱۶	جو دل اس کے نور سے منور ہوگیا وہ دل حق کے ساتھ عین حق ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ کی صفت کا اثر مظہر چاہتا ہے۔	۱۱۶
مولانا کے استعداد کا بیان	〃
موحد حقیقی کو حق کی طرف رجوع رہنا چاہیئے۔	〃
موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ چوپایہ کے لئے چارہ اور دیگ کے لئے نمک بھی ہم ہی سے طلب کیجئے۔	〃
عارف کی صفت صمٌ بکمٌ عمیٌ کی تشریح۔	۱۱۶
مولانا کو چند سورتوں کی تلاوت پر قائم رہنے کی تاکید	۱۱۷
فائدہ :- نفس کافر کی دربانی	〃
مومنوں کو جو بہشت میں ملے گا اولیا کو آج ہی یہاں حاصل ہے	۱۱۷
توبہ کرانے والے یعنی پیروں کے لئے چند ہدائتیں۔	〃
مریدوں کے ساتھ شفقت ایسی ہو جیسی اللہ کے رسول کو صحابہ سے تھی۔	۱۱۸
حضرت مخدوم کی کمی بصارت کا تذکرہ۔ مولانا تقی الدین کا ذکر۔	〃
ان کے لئے مولانا کو تاکید۔ رستم کے لئے طاقیہ بھیجنے کی اطلاع۔	۱۱۸

مکتوب ــــــ ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر بلا کیں قوم راحق دادہ است — زیر آں گنج کرم بنہادہ است

(اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جتنی بلائیں نازل فرمائی ہیں ان کی تہہ میں کرم کا خزانہ رکھا ہے)

حدیث ہے اِنَّ اَشَدَّ البَلاءِ لِلاَنبیاءِ ثُمَّ لِلاَوْلِیاءِ (شدید ترین بلائیں انبیاء اور اولیا کے لئے ہیں)

برادر اعز مولانا مظفر! کاتب حروف شرف منیری کا سلام ودعا مطالعہ کریں۔

آپ کو لازم ہے کہ اپنے کام میں مردانہ وار لگے رہیں بلاؤں کی کثرت، مصیبتوں کی شدت، طرح طرح کی آزمائشیں جو اس راہ کے چلنے والوں کے سامنے آتی ہیں، آئیں۔ کچھ بھی ہو کام میں رخنہ اور رکاوٹ پیدا نہ کرنے پائیں۔

اے برادر! عصمت الانبیا میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کام ایک طور پر نہیں ہے۔ کچھ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندہ کی قبولیت اور کشادہ فتحیابی کس راہ سے ہے، نعمت کی راہ سے یا محنت کی راہ سے، عطا کی راہ سے یا بلا کی راہ سے۔

موسیٰ علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو دہکتے ہوئے تنور میں ڈال دیئے گئے پھر ایک تابوت یعنی صندوق میں بند کرکے دریا میں ڈال دیئے گئے اس کے بعد دشمنوں کے ہاتھ میں پڑ گئے، ان کے ہاتھ سے ایک قبطی کی موت ہوگئی، قتل کے خوف سے مسافرت اختیار کرنی پڑی۔ دس سال تک چرواہی کا کام کرایا گیا پھر زن و فرزند کے ساتھ مدائن سے مصر کی طرف روانہ کر دیئے گئے۔ ایک خونخوار جنگل میں جا پڑے، اندھیری رات تھی گھنگھور گھٹا چھا گئی بجلی کوندنے لگی بکریوں نے وحشت کی۔ ادھر ادھر بھاگ گئیں بھیڑیے بھی آپہنچے، راستہ یاد نہیں، اس پر مزید یہ کہ اہلیہ کو درد زہ شروع ہوگیا، کڑاکے کی سردی، آگ کا کہیں پتہ نہیں۔ جس قدر چقماق مارتے ہیں بیکار

جاتا ہے ایک چنگاری بھی نہیں نکلتی۔ جب ہر طرف سے عاجز اور مجبور ہو گئے تو یکایک پردۂ غیب سے فتحیاب ہوتا ہے کہتے ہیں اِنّیْ اٰنَسْتُ نَارًا (میں نے آگ دیکھی ہے) جب آگ لینے کے لئے وہاں پہنچے تو ایک دوسرا ہی پھول کھلتا ہے اللہ کی جانب سے آواز آتی ہے اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰى ۝ (میں تمہارا رب ہوں، تم اپنے جوتے اتار لو۔ تم ایک پاک میدان یعنی طوی میں ہو۔ اور میں نے تم کو نبوت کے لئے منتخب کر لیا ہے اس وقت جو کچھ وحی کی جا رہی ہے اسے سن لو۔)

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرحت و انبساط میں زبان حال سے کہنے لگتے ہیں۔

منم آں گر تو می بینم وصالی — زہے خوش اتفاقی طرفہ حالی
گدائے را ازیں خوشتر چہ باشد — کہ یابد پیش سلطانی مجالی
ہنوزم نیست باور کیں وصالت — مگر در خواب می بینم خیالی
مگر من در بہشتم زانکہ دنیا — ندارد ایں چنیں صاحب جمالی

(میں وہ ہوں جو تیرا وصال دیکھ رہا ہوں، کیا اچھا اتفاق ہے اور کیا خوب حال ہے۔ ایک فقیر کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا دولت ہو سکتی ہے کہ بادشاہ کے حضور میں اس کی باریابی ہو۔ ابھی تک مجھے اس کا یقین نہیں آتا کہ یہ تیرا وصال ہے۔ کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا یہ میرا خیال ہے۔ شاید میں بہشت میں ہوں اس لئے کہ دنیا میں ایسا صاحب جمال نہیں مل سکتا۔)

یہیں سے ظاہر ہے کہ کچھ پتہ نہیں طالب کی فتح یابی نعمت کی راہ سے ہے یا بلا کی راہ سے، مصیبت کی راہ سے ہے یا عطا کی راہ سے۔

اِذَا الرُّبُوْبِیَّۃَ غَیْرُ مَعْلُوْمَۃٍ وَجَرَتِ الْاَحْوَالُ کُلُّھَا عَلَی الْعِبَادِ عَلٰی سُنَنٍ وَاحِدٍ لَا حَاطَ عِلْمُ الْعَبْدِ عِلْمَ الرُّبُوْبِیَّۃِ وَاللّٰہُ تَعَالٰی بِذَاتِہٖ وَصِفَاتِہٖ غَیْرُ مُحَاطٍ۔ (ربوبیت کا راز کسی کو معلوم نہیں۔ بندوں کے تمام احوال ایک طور پر ہوتے ہیں لیکن اللہ کی ربوبیت کے علم کو بندوں کا علم احاطہ نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں ایسا ہے کہ کوئی احاطہ میں نہیں لے سکتا۔)

ہر چہ در خلق سوزی و سازیست
اندر آں مر خدائے را رازیست

(مخلوق میں جو سوز و ساز (تپش اور فرحت) ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا راز ہے)

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کا خاتمہ بخیر فرمائے۔

مکتوب ــــــ ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام مظفر کو معلوم ہو ـــــ یہ قسم علم معاملات سے نہیں ہے بلکہ علم مکاشفات سے ہے اور علم مکاشفات کو لکھنے کی اجازت نہیں۔ لیکن بزرگوں نے اسی مقدار میں لکھا ہے کہ موجودات محسوسہ (وہ موجودات جو حس ظاہری سے محسوس کئے جائیں) کو عالمِ مُلک کہتے ہیں اور موجودات معقول (وہ موجودات جو عقل یعنی حس باطنی سے دریافت کئے جاتے ہیں) کو عالمِ ملکوت کہتے ہیں۔ اور موجودات بالقوہ کو عالم جبروت کہتے ہیں اور جو ان کے علاوہ ہیں ان کو لاہوت کہتے ہیں۔

اور دوسری عبارت میں یوں بھی کہتے ہیں کہ ملک عالم شہادت ہے ملکوت عالم غیب ہے، جبروت عالم غیبِ غیب ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ غیب غیب غیب ہے۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عالم ملک کی لطافت کو عالم ملکوت کی لطافت سے کوئی نسبت نہیں کیونکہ عالم ملک نہایت لطیف ہے اور عالمِ ملکوت کی لطافت کو عالم جبروت کی لطافت سے کوئی مناسبت نہیں کیونکہ عالم جبروت غایت لطیف لطیف ہے اور عالم جبروت کی لطافت کو اللہ تعالیٰ کی لطافت سے ذرہ برابر مناسبت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات لطیف لطیف لطیف ہے۔

عالم ملک کے ذرات میں سے کوئی ذرہ ایسا نہیں جس کے ساتھ ملکوت نہ ہو اور اسے محیط نہ ہو۔ عالم ملکوت کے ذرات میں سے کوئی ذرہ ایسا نہیں جس کے ساتھ جبروت نہ ہو اور اسے محیط نہ ہو۔ ذرات ملک وملکوت میں سے کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نہیں ہے اور اس کو محیط نہیں۔ اور اس سے آگاہ نہیں۔ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (وہ لطیف بھی ہے اور خبیر وآگاہ بھی) وہ لطیف مطلق ہے اور جب لطیف مطلق ہوا تو محیط مطلق بھی ہوگا۔ جتنی زیادہ لطافت ہوگی اتنی ہی زیادہ احاطت بھی۔ یہیں سے سمجھنا چاہئے کہ هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (ہم تمہارے اندر ہیں

تم دیکھتے نہیں) نحن اقرب الیہ من حبل الورید (ہم اس کی رگ گلوے بھی زیادہ قریب ہیں)
اسی کو کسی نے کہا ہے ے

آنچہ توگم کردہ گشتہ کردہ ای

ہست اندر تو تو خود را پردہ ای

(وہ تجھ سے حجاب میں آگیا ہے جسے تونے کھو دیا ہے یہی تیری بھول اور غلطی ہے۔ وہ تو تیرے اندر ہے خود تیری خودی ہی پردہ بن گئی ہے)

گنجے کہ فلک برای آں سر گردان است

آں گنج یقین تیرا درون جان است

(وہ بے بہا خزانہ جس کے لئے آسمان سرگرداں ہے، وہ خزانہ یقین تیری جان ہی میں ہے۔)

یہی وہ بات ہے جو کہی گئی ہے کہ ملک تیرے ساتھ ہے، ملکوت تیرے ساتھ ہے، جبروت تیرے ساتھ ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ تیرے ساتھ ہے اور یہی وہ حقیقت ہے کہ اِنسان کی حقیقت ہی الوہیت کی حقیقت کے اسرار کا آئینہ اور مظہر ہے۔ ے

تا نیامد جان آدم آشکار ... رہ ندانستند سوئے کردگار

رہ پدید آمد چو آدم شد پدید ... زو کلید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک آدم کی جان کا ظہور نہیں ہوا اللہ تک پہنچنے کی راہ معلوم نہیں ہوئی۔ جب آدم پیدا ہوئے راہ کھل گئی اور اس سے دونوں جہاں کی کنجی حاصل ہو گئی)

اس سے زیادہ لکھنے کی اجازت نہیں کیونکہ اس کی سیاست کی سُولی لٹک رہی ہے۔

زنہار مگو تو بر سر جمع ... گر عاشق صادقی تو اسرار

دیدی کہ بسکر عشق رمزے ... حلاج بگفت ورفت بر دار

(اگر تم سچے عاشق ہو، مجمع عام میں راز کی باتیں نہ کہو۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ منصور حلاج نے عشق کی مستی میں ایک راز کھول دیا اور سولی پر چلے گئے)

اپنے خاص وقت میں مجھے اپنی دُعاء میں یاد رکھئے۔

فائدہ:- سورہ عنکبوت کی اس آیت ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا وان جاھدک

تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَأُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس کے معبود ہونے کی کوئی صحیح دلیل تیرے پاس نہیں ہے تو تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ تم سب کو میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے سو میں تم کو تمہارے کام جتلا دوں گا) کے تحت کہا گیا ہے نَامِرُہُ اللّٰہُ بِطَاعَۃِ الْوَالِدَیْنِ فِی الْوَاجِبَاتِ حَتْمًا وَفِی الْمُبَاحَاتِ نَدْبًا وَنَھَاہُ عَنْ طَاعَتِھِمَا فِی الْمَحْظُوْرَاتِ۔ (اللہ نے حکم دیا کہ ماں باپ کی اطاعت واجبات میں ضروری ہے مباحات میں اجر و ثواب کا موجب ہے اور محظورات میں ان کی اطاعت منع ہے)

فائدہ :- اے بھائی! جو ایک مکھی کو بھی کم نگاہی سے ناقص اور کمتر دیکھتا ہے یہ اس کی اپنی سمجھ کا نقص ہے۔ ساری چیزوں کے پیدا کرنے میں اس کی حکمت کاملہ ہے اس لئے کہ وہ صانع حکیم کامل ہے ؎

نقاشش چو کامل است در صنعت خویش
ناقص نبود ہر آنچہ بنگار داؤ

(جب نقش و نگار بنانے والا اپنی صنعت میں کامل ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کے بنائے ہوئے نقش و نگار ناقص ہوں)

ہر چہ می بینی ز سپید و سیاہ
بر سر کار یست دریں بارگاہ ؎

(جو کچھ سپید و سیاہ تو دیکھ رہا ہے سب کے سب اس بارگاہ میں کام کے ہیں)

جب صانع کا علم موجودات کے وجود میں آنے سے پہلے ہے تو یقیناً وہ ساری چیزیں وجود میں آنے سے پہلے اس کے علم و ادراک میں ہیں۔ چونکہ صانع کے علم میں نقصان اور کمی نہیں تو وہ چیزیں جو اس کے معلومات میں ہیں ان میں بھی نقصان و کمی نہ ہوگی۔

گر تو خوبی بسوئے زشت بخواری منگر
کاندریں ملک چو طاؤس نگار است مگس

(اگر تم خوبصورت ہو تو جو تمہیں حسین نظر نہیں آتے ان کو ذلت کی نظر سے نہ دیکھو اس لئے کہ اس جہاں میں مور کی طرح مکھیاں بھی حسین ہوتی ہیں)۔

فائدہ:— اے برادر! آدمی زادہ اس چیونٹی کی طرح ہے جو اس دنیا کے بیابان میں سرگرداں ہے اور اس تمنا میں ہے کہ کسی طرح ایک لمحہ میں "مکہ" پہنچ جائے۔ کیسے پہنچے؟ اس لئے کہ یہ محال ہے محال۔

ایک عزیز نے کہا ہے ؎

دردا کہ غم کوہ بکاہ افتادہ است — معشوقِ دلِ مور چہ ماہ افتادہ است
ایں واقعۂ طرفہ براہ افتادہ است — درویش بعشق بادشاہ افتادہ است

(ہائے افسوس! تنکے پر غم کا پہاڑ آگیا ہے، چیونٹی کے دل میں چاند کا عشق پیدا ہوگیا ہے اس پر ایک عجیب واقعہ یہ ہوگیا کہ بھیک مانگنے والا بادشاہ کے عشق میں مبتلا ہوگیا ہے)

اے برادر! عاشق کو خوف و رجا نہیں ہوتا کیونکہ خوف و رجا کا تعلق ماضی اور مستقبل سے ہے او عاشق سمندرِ عشق کی تہہ میں غرقاب ہے اس کو ماضی اور مستقبل سے کیا لگاؤ۔ عاشق کو چاہئے کہ کسی نہ کسی طرح خود کو معشوق کے لائق بنالے۔ اگر معشوق کے لُطف و مہر کے لائق ہو تو معشوق سے اس کی مراد پوری ہوگی۔ اور اگر اس کے قہر کے لائق ہوا تو اُس سے معشوق کی مراد پوری ہوگی۔ اور اس مراد کا کیا کہنا جو عاشق سے معشوق کی پوری ہو۔ وَالْمُحِبُّ الصَّادِقُ مَنْ يَجْعَلُ مُرَادَهٗ فِدَاءَ مُرَادِهٖ (محب صادق وہ ہے جو اپنی مرادوں کو محبوب کی مراد پر فدا کر دے) اسی معنی میں یہ شعر ہے ؎

آں را کہ چناں نگار دلبر باشد — او را ز کجا مراد در بر باشد
قصہ چہ کنم ورائے کونین ازو — نایافتن مراد بہتر باشد!!

(جس کا ایسا ماہ رو معشوق ہو اس کی مرادیں کیونکر پوری ہونگی۔ کہوں تو کیا کہوں۔ قصۂ مختصر یہی ہے کہ کونین سے آگے بھی اگر ساری مرادیں مِل جائیں تو اس یافت سے نایافت ہی بہتر ہے۔)

الصوفی ابن الوقت اسی معنی میں ہے۔

فائدہ:— اے برادر! "میں ہوں اور تو ہے" یہ تو ہمارے عالم کی باتیں ہیں۔ محبوب کے عالم میں "من و تو" نہیں ہے۔ قسم ہے اس کی عزّت کی۔ حق وہ ہے اور برحق وہ ہے۔ اگر اس مقام میں کوئی چیز وجود میں آتی ہے تو باطل اور معدوم ہے۔ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَقَ اللّٰهُ بَاطِلٌ (اللہ نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں وہ سب معدوم ہیں۔ اسی معنی کا راز ہے۔

جب عارف کی حقیقت معارف کے انوار میں چھپ جاتی ہے تو اس کی انیت اللہ تعالیٰ کی ہویت سے

مضمحل ہو جاتی ہے اس کی انیت پر اللہ تعالیٰ کی ہویت کا غلبہ ہوتا ہے یہی اس کی حقیقت کا استتار یعنی گم ہو جانا ہے اللہ تعالیٰ کے جاہ وجلال کے ظہور کے وقت اس کی نظر اپنی انیت پر سے اُٹھ جاتی ہے اور وہ نہیں کہتا ہے انا۔

فائدہ:۔ تفسیر لطائف سے فائدہ کی ایک بات۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْآ (جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو اُن سب نے سجدہ کیا) یہ سجدا عین ... عبادت نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی موافقت میں تھا۔ ان فرشتوں نے جو آدم کو سجدہ کیا یہ دراصل اللہ کی عبادت تھی اللہ نے حکم دیا تھا آدم کی تعظیم وشرف کے لئے اور اس میں خضوع کی ایک قسم تھی۔ لیکن اس کو عبادت نہیں کہیں گے اس لئے کہ عبادت کی حقیقت انتہائی خضوع ہے اور یہ غیر اللہ کے لئے جائز نہیں ہے۔

فائدہ:۔ تفسیر لطائف سے ایک مفید بات۔ یہ شان اسی کے لئے صحیح و درست ہے جو تمام اعمال سے فارغ ہو۔ دنیا اور آخرت کے ساتھ اس کی کوئی مشغولی نہ ہو۔ جو دنیا کے ساتھ مشغول ہو اور دل میں عقبیٰ کی باتیں ہوں اُسے مولیٰ کی خلعت نصیب نہیں۔ دنیا والے اپنی دنیا میں مشغول ہیں عقبیٰ والے عقبیٰ میں لگے ہیں۔ اور دوزخ والے اپنی بلاؤں میں مبتلا ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو دنیا اور آخرت میں مولیٰ سے بھلائی ملتی ہے۔

فائدہ:۔ تفسیر لطائف سے ایک کارآمد بات۔ وَاِنَّا عَلٰٓی اَنْ نُّرِیَکَ بِھِمْ لَقٰدِرُوْنَ (الی اخرہ) (اللہ تعالےٰ نے فرمایا بے شک ہم اس پر قادر ہیں کہ دکھلائیں آپ کو جس کا ہم نے وعدہ کیا ہے کافروں کے لئے وہ عذاب اسی دنیا میں ہے حالانکہ اس کے لئے ایک دوسرا عالم مقرر ہے جہاں وہ عذاب ان پر ہوگا۔ یہ آیۃ نازل ہوئی ہے اس کے تحت کہ جو اس کے علم میں ہے اس کے بھی وہ قدرت رکھتا۔ یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی بغیر اس کے کہ اس نے ویسا کیا نہیں۔ مگر وہ اس پر قادر ہے کہ وہ عذاب ابھی کر دے پھر بھی اس نے وہ عذاب ابھی نہیں کیا۔ تو یہ دلیل ہوئی اس کے معلوم کے خلاف قدرت رکھنے پر۔ واللہ اعلم بالصواب

مکتوب ــــ ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی معیت کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ٥ (وہ تمہارے ساتھ ہے مگر تم دیکھتے نہیں)

صوفیائے کرام اس معیت کو "معیت رابع" کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور تین معیت جو متکلمین کے علم اور فہم میں ہے اسے حقیقت کی جانب لے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجودات کے جملہ ذرات کے ساتھ اپنی ذات سے موجود ہے لیکن اس کی یہ معیت ویسی نہیں جیسی کہ جسم کی معیت جسموں کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ وہ جوہر نہیں ہے اور نہ ویسی ہے جیسی کہ عرض کی معیت جوہر کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ وہ عرض نہیں ہے۔ اور نہ ویسی جیسی کہ جوہر کی معیت جوہر کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ وہ جوہر نہیں ہے اور نہ یہ معیت ویسی ہے جیسی کہ جوہر کی معیت جسموں کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ وہ جوہر نہیں ہے اور نہ ویسی ہے جیسی کہ عرض کی معیت جوہر کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ وہ عرض نہیں ہے۔

ہاں! روح کی معیت جسد کے ساتھ جیسی ہے اسی کی طرح اللہ تعالیٰ کی معیت جملہ کائنات کے ساتھ ہے اس لئے کہ روح نہ تو قالب کے اندر ہے اور نہ قالب کے باہر۔ نہ قالب سے متصل ہے اور نہ قالب سے منفصل بلکہ روح ایک دوسرے عالم سے ہے اور قالب دوسرے عالم سے۔ روح پر عوارض، اجسام، اجزا، دخول، خروج اتصال، انفصال اور اس کے علاوہ جو بھی ہو کچھ نہیں ہے۔ اس کے باوجود قالب کے ذرات میں سے کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ روح حقیقتاً موجود نہ ہو۔ عالم کے ہر ذرہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت کی یہی مثال ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ (جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا)

سوال ــــ اس پر ایک اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے ہر گندہ

اور پلید جگہ میں بھی ہو۔ یہ طعن منکروں کا ہے۔

جواب: ——— اس کا جواب یہ ہے کہ تمام اہلِ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جس قدر اور جتنے قسم کی نجاستیں اور گندگیاں ہیں اس کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور ان کی نگہداشت کرنے والا بھی وہی ہے کیونکہ اس کی حفاظت کے بغیر ان کی بقا محال ہے اور اس میں کوئی عیب ونقصان لازم نہیں آتا اور اس سے اس کی معیت میں بھی کوئی عیب لازم نہیں آتا۔ اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہے کہ فعل بغیر فاعل اور صفت بغیر موصوف کے ہرگز نہیں ہوتا۔ کہا جاتا ہے کہ روح قالب کے سارے اجزا پر متصرف و حکمراں ہے اور قالب کے تمام ذروں میں موجود ہے۔ قالب کے تمامی ذرات کے ساتھ اس کی ساری زندگی اسی سے ہے اور ان سب کے باوجود ساری چیزیں جو قالب کے اندر ہیں جیسے خون اور اس کے علاوہ (اور گندگیاں) کسی طرح کا ذرہ برابر خلل اور نقصان روح کی طہارت میں اس سے نہیں ہوتا بلکہ روح اگر ہزار سال تک قالب کے ساتھ رہے ویسی ہی رہے گی جیسی کہ قالب سے تعلق ہونے کے قبل تھی روح پاک صاف اور ظاہر ویسی ہی رہے گی۔

ذات احد حقیقی (اللہ) کی معیت کو جو اس کے تمام ذرات لامتناہی کے ساتھ ہیں کوئی سمجھ نہیں سکا۔ مجبوراً تجزیہ، تقسیم اور حلول سے تاویل کر دیا۔ اللہ ہی راہِ صواب کی ہدایت دینے والا ہے ؎

گفت تو کے دیدی ان رخسار را ۔۔۔ چشم مجنوں باید آں دیدار را ؎
تا نیاید عشق مجنوں نے پدید ۔۔۔ کے شود لیلیٰ بجا تو نے پدید ؎
گر بچشم من نہ بینی روئے او ۔۔۔ تو تیا سازی ز خاک کوئے او

(اس نے کہا تو نے کہاں وہ رخسار دیکھے ہیں اس کے دیکھنے کے لئے مجنوں کی آنکھ درکار ہے جب تک مجنوں کے جیسا عشق تجھ میں پیدا نہ ہوگا تجھے کب ہر عورت میں لیلیٰ نظر آئے گی۔ اگر تو میری آنکھ سے اس کے روئے زیبا کو نہیں دیکھتا تو اس کی گلی کی خاک کا اپنی آنکھوں میں سرمہ لگا۔

مکتوب — ۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصل ہمہ عاشقی ز دیدار افتاد

چوں دیدہ بدید آنگہی کار افتاد

(عاشقی کی بنیاد ہی دیدار پر رکھی ہے، جب نگاہ پڑ گئی عشق پیدا ہو گیا۔ الحمد للہ! جو کچھ آپ دیکھتے ہیں اور سنتے رہیں یہ سب کام کی درستگی اور فتحیابی کی علامتیں ہیں، دل خوش رکھیے، مجاہدہ اور ریاضت سے ہمت نہ ہاریئے اور اسے مشکل نہ سمجھئے کیونکہ مطلوب جس قدر و منزلت کا ہے اس کی طلب میں محنت و مشقت بھی ویسی ہی چاہیئے۔ اس کا خیال رہے یہاں تک کہ حزن و قبض فرحت و انبساط سے بدل جائے اور یہ رنج و مصیبت فرحت و راحت بن کر سامنے آئے ؎

رائیگاں رخ نمی نماید یار

گل بناشد مگر گزیدۂ خار

(محبوب یوں ہی اپنے رخ زیبا کی تجلی نہیں فرماتا، پھول اس وقت تک ہاتھ نہیں آتا جب تک کانٹا نہ چبھے۔)

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (جنہوں نے ہمارے لئے مجاہدے کئے ہم ان کو اپنی راہ دکھاتے ہیں) حقیقت مکمل ہے۔

واجب الوجود کا فیض کسی بھی ممکن الوجود کے لیے ممنوع نہیں۔ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (میری رحمت ہر شئے کو اپنی وسعت میں لئے ہوئے ہے) اسی معنی میں ہے۔ اگر کمی پیدا ہوتی ہے تو یہ عدم قابلیت کے سبب ہے۔ جب تک آئینہ صاف و شفاف نہیں ہو گا اس میں صورت کیسے نظر آئے گی ؎

سعدی حجاب نیست تو آئینہ صاف دار

زنگار خوردہ کے بنماید جمال دوست

(اے سعدی کوئی پردہ نہیں ہے تو آئینہ صاف رکھ زنگ لگے ہوئے آئینہ میں دوست کا حسن کب نظر آتا ہے)

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر کسی کو غیبی واردات مغلوب کر دیں اور اس حال میں اس سے فریاد و شور اور حرکات و سکنات ایسے صادر ہوں جو غیر شعوری ہوں تو وہ معذور ہے۔ شریعت کی ذمہ داریاں عقل والوں پر ہیں دیوانوں پر نہیں۔ عشق جنون الٰہی ہے اسی لئے کہتے ہیں اَلعُشَّاقُ لَا یُؤَاخَذُوْنَ بِمَا صَدَرَ مِنْھُمْ فِی حَالَتِ السُّکْرِ۔ (عاشقوں سے حالت سکر میں جو کچھ ہو جاتا ہے اس کی پکڑ نہیں۔) ؎

چوں بگوید مست بے ہودہ سخن
تو سخن بیہودہ از مستاں مگیر

(اگر مست شرابی نشہ میں ناپسندیدہ بات بولتا ہے بولنے دو تم اس کی ناپسندیدہ باتوں کی گرفت نہ کرو)

جواب ــــ سلوک میں سالک کا کام صبر و تحمل ہے نہ کہ قلق و اضطراب اور ہر ایک کی استعداد و صلاحیت کو وہ جانتا ہے دینے والا جواد ہے اور پانے والا یعنی محل مناسب اور مفید ہے تو فیض خود پہنچتا ہے اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کس طرح وہ عطا پہنچاتا ہے) اور جو کچھ اس نے کہا ہے اپنے فضل و کرم ہی سے کہا ہے وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (کہا تمہارے پروردگار نے مجھ سے مانگو میں تمہاری مانگ پوری کروں گا) بندہ کے لئے اس سے بڑھ کر کیا ہے کہ وہ ادب کو ملحوظ رکھے اور عجز و انکساری میں سر جھکائے رہے اور اپنی نالائقی پر شرمندہ رہے ؎

آنجا کہ توئی من آمدن نتوانم
اینجا کہ منم تو خود نیائی دانم

(جہاں تو ہے اس جگہ میں آ نہیں سکتا اور اس جگہ جہاں میں ہوں تو خود نہیں آتا یہ بھی جانتا ہوں)

اے برادر! اس کوشش میں نہ رہیں کہ بہت ساری نمازیں کیسے پڑھوں، بہت سے روزے کیوں کر رکھوں ہاں اس بات کی کوشش کریں کہ اس نفس کافر کو اس راہ سے کیسے ہٹائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں، نہ مغرب میں ہے اور نہ مشرق میں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ خود تمہارے اندر ہے۔ پہلے قرآن سے سنئے فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ (میں تمہارے اندر ہوں مگر تم دیکھتے نہیں) اور اس گروہ کے لوگوں سے سُنئے ؎

ای آنکہ ہمیشہ در جہاں می پوئی	این سعی ترا چہ سود دارد گوئی
چیزے کہ تو جوپائی نشان اد ئی!	با تست ہمی تو جائے دیگر جوئی

(اے وہ شخص کہ ہمیشہ سارے جہان مین چکر کاٹ رہا ہے تیری یہ بھاگ دوڑ تجھے کیا کام دے گی، ارے جس چیز کو تو ڈھونڈ رہا ہے وہ تو تیرے پاس ہی ہے اور تو اسے دوسری جگہ تلاش کر رہا ہے)

انسان کی حقیقت ہی اللہ کی الوہیت کی حقیقت کے اسرار کا مظہر اور آئینہ ہے۔ اسی کو کیا خوب کہا ہے ؎

تا نیامد جان آدم آشکار   رہ ندانستند سوئے کردگار

رہ پدید آمد چو آدم شد پدید   زو کلید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک آدم کی جان کا ظہور نہیں ہوا تھا اللہ کی جانب راہ نہیں راہ کھل گئی جب آدم ظہور میں آئے اور اسی سے دونوں جہان کی کنجی ظاہر ہوئی۔

تشنہ از دریا جدائی میکنی

بر سر گنج گدائی میکنی ؎

(تو پیاسا ہے اور دریا سے کنارہ کش ہو رہا ہے سارے خزانہ کا مالک ہو کر بھی خدائی اختیار کئے ہوئے ہے)

معلوم ہے کہ فرشتوں سے بھرے ہوئے پاک و طاہر عالم کے ہوتے ہوئے یہ تیرہ و تاریک مٹی کا پتلا مسجود ملائک کیونکر ہوا اور ملوث مٹی اور گنہگار خلیفہ کیسے ہوا — اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (بلا شبہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) کا راز جب آشکارا ہو جائے تو انتہائی ذوق پیدا ہو اور مزا آجائے۔

گنج خود در قعر جانش پست کرد

تا کسے آنجا نیارد دست کرد

(اپنے اسرار کا خزانہ جان کے اندر مدفون کر دیا ہے تاکہ ہر کوئی اسے ہاتھ نہ لگائے)

آسمان و عرش و عنصر چیست پوست

خاک الحق جملہ را مغز نکوست

(یہ آسمان و عرش و عناصر کیا ہیں؟ پوست ہیں پوست۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ خاک ہی میں وہ راز ہے جو سب کا مغز ہے

دل ہست شہی یگانہ در ملک وجود   نقدیست یقین ز گنجہای معبود

دل کعبۂ حاجت است در راہ صفا   در عالم دل در آئی گر خواہی سود

عالم ملک و موجودات میں دل یگانۂ روزگار بادشاہ ہے معبود کے خزانوں میں سب سے قیمتی خزانہ یہی

ہے اس پاک راہ میں دل ہی تمام حاجتوں کا قبلہ ہے بس عالمِ دل میں سما جا۔ اگر تجھے نفع درکار ہے)
اللہ تعالیٰ آپ کو یہ دولت نصیب کرے اور توفیق راہ کی رفیق بنے۔

والسلام

مکتوب — ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صوفی نشود صافی تا در بکشد جامی
بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی

(صوفی اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک جام شراب سے سرشار نہ ہو خامی دور ہونے اور پختہ کاری آنے کے لئے بے انتہا سفر درکار ہے)

اے برادر! وہ احوال معانی جو آپ پر گذریں، اگر ابتدا ہی میں اسے لازم کر لیا اور اس کے ساتھ ٹھہر گئے تو خامی رہ جائے گی پختگی نہیں آئے گی۔ "نمودن و ربودن" دیکھنا اور آگے بڑھ جانا یہ دو مختلف الصفات حال ہونا چاہیے تاکہ اس راہ کا چلنے والا "سالک" دن بدن پختہ کار ہوتا جائے۔
جس طرح پھلوں کے لئے دھوپ اور سایہ ضروری ہے یعنی یہ دو مختلف حال نہ ہوں تو وہ پک نہیں سکتے خام رہ جائیں گے کبھی دھوپ اور کبھی سایہ کی طرح کبھی قبض کبھی بسط کبھی جمع کبھی تفرقہ کبھی غیب کبھی حضور ہر دو مختلف صفات ہونے میں یہی حکمت ہے اور دوسرے واردات غیبی کا دل میں ورود ابتدا میں ہے یعنی سالک ابھی تک صفات بشریت کے ساتھ قائم ہے اور صفاتِ بشریت حقائق کے منافی اور ضد ہے جب تک صفات بشریت باقی رہتی ہے واردات کو بقا نہیں۔ اس لئے کہ واردات کی بقا اپنے خلاف اور ضد کے ساتھ محال ہے۔ اسی سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔
اے برادر! بَل فِیہِ اِمَّا الاِسلام وَ اِمَّا السَّیف — (اسلام یا پھر تلوار)

اسی قول کے مطابق بعض طالبان خدا نے خود کو زنار داروں میں شمار کرلیا ہے اور زنار بند ہو گئے ہیں۔ کہنے لگے ظاہری مسلمانی باطنی کفر کے ساتھ نفاق ہے اور نفاق کفر سے بدتر ہے اسی معنی حال سے مغلوب ہو کر زنار باندھ لی، لیکن ہاں اس باریکی کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہیں غلطی میں نہ پڑجائیں کہ ان کی یہ زنار بندی بحکم حال ہے اعتقاد کی بنا پر نہیں۔ اس کے بعد قتال ہے۔ خلق کے قتل کئے ہوئے کے لئے خون بہا دینا رہے اور اللہ کے مقتولین کا خون بہا دیدار ہے ومن یخرج من بیتہ مہاجراً الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ (جو گھر سے ہجرت کے ارادہ سے نکلا یعنی اللہ اور رسول کی طرف جس نے ہجرت کی اور اس کو اس راہ میں موت آگئی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے) کیا زبردست سرمایہ ہے ومن قتلتہ فانا دیتہ (جسے میں نے قتل کیا ہے اس کا خون بہا میں ہوں) کیا اچھا انعام ہے۔ طالب کی مجبوری اور بیچارگی کی بنا پر اس کی معافی ہے اور قرینہ غالب ہے کہ ایسا ہی ہے لیسے میں اس کو (یعنی صفات بشریت یا نفس کافر کو) درمیان سے اٹھا دینا اور جمال باکمال توحید اس پر منکشف کر دینا ہے وحدہ لاشریک لہ اس کی سب سے بڑی اور ابدی دولت ہے ؎

لطفے بکن از کرم زرا ہم بر دار!
تا زحمت من زراہ تو گم گردد

(مہربانی فرما اپنے کرم سے مجھے خود میری راہ سے ہٹا تاکہ میری پریشانیاں تیری راہ میں گم ہو جائیں)

اے برادر! اگرچہ حجابات حد سے زیادہ ہیں لیکن یہ محقق ہے کہ نفس کافر ہی سب سے بڑا حجاب ہے جس نے راہ روک رکھی ہے تمام طالبان خدا اور سالکین حق اسی نفس کافر کے ہاتھ سے خون کے گھونٹ پیتے رہے ہیں پی رہے ہیں اور پیتے رہیں گے۔ کریں بھی تو کیا کریں۔ ابی اللہ ان یکون لصاحب النفس الیہ سبیلاً (نفس والوں کو اللہ اپنی راہ نہیں دیتا) سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مناجات میں کہا الٰھی کیف الطریق الیک (اے اللہ تجھ تک پہنچنے کی کس طرح راہ ملتی ہے) جواب ملا دع نفسک وتعال (اپنے نفس کو چھوڑ دو اور چلے آؤ) ؎

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است
مسلمان در جہاں کمتر فتاد است

اے برادر! اتنے سارے مجاہدے اور ریاضتیں جو وضع کی گئی ہیں اور گوشہ نشینی، بھوک و پیاس جو رکھی گئی ہیں اس سے مقصود اس نفس کافر کو راہ سے اکھاڑ پھینکنا ہے۔ جب تک یہ نفس کافر نہیں اٹھتا بیچارہ طالب مطلوب تک نہیں پہنچتا اور الا اللہ کا جمال نہیں دیکھ سکتا۔ اسی لئے فقرا کہتے ہیں۔

"یک قدم بر نفس خود نہ واں دگر در کوئے دوست"

(ایک قدم اپنے نفس پر رکھو اور دوسرا قدم محبوب کی گلی میں) کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جب اللہ کے فضل و کرم سے اور اس کی توفیق سے اس نفس کافر کو راہ سے اکھاڑ پھینکتے ہیں تو وہ سب کہنے لگتے ہیں ؎

معشوق عیاں بود نمی دانستم	با من بمیاں بود نمی دانستم
گفتم بطلب مگر بجائی برسم	خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

(میرا محبوب تو میرے سامنے ہی تھا مجھے کچھ خبر نہیں وہ تو میرے ساتھ ہی تھا مجھے کچھ پتہ نہیں۔ میں نے کہا اس کی تلاش میں کہیں چلوں۔ یہ خود تفرقہ ہی تھا جیسے میں سمجھ نہ سکا)

اِشاروں کو سمجھنے والے اس آیۃ کریمہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (میں اس کی رگ گلو سے بھی زیادہ قریب ہوں) کے متعلق کہتے ہیں کہ جہاں تک وہم کی پہنچ ہے۔ عقل میں جو تصویر آ سکتی ہے، خیال میں جو سما سکتا ہے اور فہم جسے سمجھ سکتی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک اور مقدس ہے اس کے باوجود وہ تیری رگ گردن سے بھی زیادہ تجھ سے قریب ہے۔

مخلوقات میں قربُ (نزدیکی) ایک دوسرے سے مجازی ہوتا ہے اور بُعد (دوری) کو اس میں دخل ہوتا ہے خواہ وہ صورتاً ہو یا معناً ہو۔ اور قربِ حقیقی وہ ہے جو کسی وجہ سے اور کسی طرح بھی بُعد کو قبول کرنے کے قابل ہی نہیں ہوتا ؎

من او نشوم ولیک بے او ؟
واللہ کہ نہ ام یقینم این است

(میں وہ نہیں ہو سکتا خدا کی قسم مجھے اس کا یقین ہے لیکن میں اس کا غیر بھی نہیں ہوں) ؎

اے در طلب گرہ کشائی مردہ	با وصل بزاد و از جدائی مردہ
ای بر لب بحر تشنہ در خاک شدہ	وے بر سر گنج از گدائی مردہ

(اے وہ کہ تو اس کی طلب میں بندشوں کے کھولنے میں مر رہا ہے اس کے ساتھ پیدا ہوا اور اس کی جدائی کی

کی فکر میں مر رہا ہے۔ دریا کے کنارے خشک دھول پر پیاسا لوٹ رہا ہے خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور گداگری میں مر رہا ہے)

اس گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ نفس کا فربہی راہ روکے ہوئے ہے۔ طالبان راہ پر جو کچھ افتاد آئی وہ اسی نفس کا فربہی کی وجہ سے آئی ہے جیسے بھی ہو اس نفس کا فرکو راہ سے اکھاڑ پھینکنا ہی ہے اور یہ طالب پر فرض عین ہے یہ بر حکم حال ہے۔ اس کے اکھاڑ پھینکنے میں جو کچھ بھی ہو کعبہ ہو یا بت خانہ دستار ہو یا زنار، صومعہ ہو یا خرابات جو بھی اس کے ہٹانے میں حائل ہو اس کو ہٹانا ہے۔ جو اس سے غفلت میں پڑے ہیں اور عادتاً عبادت کرتے ہیں ان کو اس کی کیا خبر۔ کہتے ہیں سے

در بتکدہ گر خیال معشوقۂ ماست	رفتن بطواف کعبہ از عقل خطاست

گر کعبہ ازو بوی ندارد کنش است	با بوئے وصال او کنش کعبۂ ماست

(اگر مجھے بتکدہ میں اپنے معشوق کا خیال آتا ہے تو طواف کے لئے کعبہ جانا عقل کی خطا ہے اگر ایسا کعبہ جہاں اس کی بو نہیں ملتی وہ کنش یعنی بت خانہ ہے اور اگر بت خانہ میں اس کے وصال کی بو ملتی ہے تو میرے لئے وہی میرا کعبہ ہے)

المختصر یہ کہ دیوانوں کے کام اور ہیں، اہل غفلت اور اہل عادت کے کام اور ہیں۔

جو کچھ ان کے حق میں کہا گیا ہے اور کہتے ہیں وہ سب اپنی غفلت اور اپنا افلاس ہے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اپنے طالبوں کے ساتھ ایسا ہی کام کرتا ہے۔

والدہ، ہمشیرہ اور اپنے بھائیوں کو کاتب حروف کی دعا پہنچا دیں

اللہ تعالیٰ عاقبت بخیر کرے	آمین

والسلام

مکتوب ــــــ ۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

مولانا مظفر!

آپ کو معلوم ہو کہ جب گھر قبر بن گیا اور قبر بغیر موت نہیں بنتی تو اُمید ہے کہ مُوۡتُوۡا قَبۡلَ اَنۡ تَمُوۡتُوۡا (مر جاؤ قبل مرنے کے) اپنا جمال دکھائے۔ مَنۡ مَاتَ فَقَدۡ قَامَتۡ قِیَامَتُہٗ (جو مر گیا اس کی قیامت ہو گئی) کی پونجی نقد ہاتھ آ گئی۔ اس قیامت میں جو کچھ ہے منکشف ہو گیا۔ اس گروہ (صوفیہ) کے نزدیک حقیقی مسافرت یہ ہے کہ اپنے شہر میں ہوتے ہوئے مسافر رہے (عام) مسافرت ایک عالم کے لئے ہے اور یہ حقیقی مسافرت راہِ راست پر چلنے والے سالکین کے لئے ہے۔ یہ لوگ آشنا سے ناآشنا، قرابت داروں سے بے قرابت، شہر سے بے شہر، خلق سے بے خلق اور کس سے بیکس (یعنی سب کے ہوتے ہوئے سب سے منقطع) ہوتے ہیں یہ روش سالکان راہ اور روندگان بارگاہ کی ہے۔

اے برادر! ٹوٹی ہوئی چیز کی کوئی قیمت نہیں ہوتی لیکن دل جتنا زیادہ شکستہ اور چور ہو اتنا ہی زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی مناجات میں کہا اِلٰھِیۡ اَیۡنَ اَطۡلُبُکَ (اے میرے اللہ! میں تجھے کہاں ڈھونڈھوں) جواب ملا اَنَا عند المنکسرۃ قُلُوۡبِھِمۡ (ہم شکستہ دلوں کے پاس ہیں) لِاَجَلِی العِلمُ عِلمانِ علم باللسان عِلم بالقلب (علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم زبان سے ہے اور دوسرا علم قلب سے) عالم وعارف وہی ہے جسے علم قلبی حاصل ہے کیونکہ علم اولین وآخرین کا چھپا ہوا خزانہ اسی میں ہے۔ قلب جس قدر صاف وشفاف، منور اور تابناک ہوتا ہے اس کا مفہوم اتنا ہی زیادہ لطیف و دقیق ہوتا ہے یہ فرمان اسی معنی میں ہے مَنۡ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَہُ اللّٰہُ عِلۡمَ مَالَمۡ یَعۡلَمۡ (جسے علم حاصل ہو اس نے

اس پر عمل کیا تو اللہ اسے اس علم کا وارث بنا دے گا جو علم اسے حاصل نہیں)

اطمینان رکھیں تمام علامتیں اچھی ہیں۔ اس راہ میں سب کچھ کھو دینا ہی سب کچھ پالینا ہے جس نے سب کھو دیا اس نے سب پالیا۔ لَا یَصِلُ اِلَی الْکُلِّ اِلَّا مَنِ انْقَطَعَ عَنِ الْکُلِّ۔ وہ کل تک نہیں پہنچتا جب تک وہ کل سے منقطع نہیں ہو جاتا)

اور جو نشانیاں آپ سنتے ہیں وہ کل کے ترک کرنے کی ترغیب کے بارے میں ہیں اور یہ اس بات کی بشارت و خوشخبری ہے کہ اس کام کی توفیق حاصل ہوگی اِنشاء اللہ۔

ہاں ہر کام کا ہونا ایک وقت پر موقوف ہے، عجلت سے کام نہیں چلتا۔ ہر چیز کے لئے ایک حال اور ایک وقت خاص معین ہے۔ وہ چیز اسی حال اور اسی وقت میں دُرست ہوتی ہے یہ کام کمال عشق کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ اس کے لئے رُکاوٹ اور عطا، رد و قبول، رحمت و لعنت یکساں ہے۔ ھٰذَا کَمَالٌ فِی الْعِشْقِ وَلَیْسَ مَاوَرَاءَہٗ کَمَالٌ (عشق میں یہی کمال ہے اس کے علاوہ کمال نہیں) جب تک اس (منع و عطا، رد و قبول، رحمت و لعنت) میں فرق باقی ہے ناقص ہے۔ کمال اسی وقت ہے کہ فرق باقی نہ رہے۔

اسی کو اس ہجراں نصیب مردود کے بارے میں کسی نے کہا ہے ؎

از حالم اگر عالمیاں بے خبر اند   از حال من آں بہ کہ تو میدانی

(اگر میرے حال سے جہان والے بے خبر ہیں تو میرے حال سے یہی بہتر ہے کہ تو خبردار رہو)

ہجران تو خوشتر ز وصال دگراں
منکر شدنت بہ ز رضائے دگراں

(تجھ سے جُدائی دوسروں کے وصال سے میرے لئے بہتر ہے ترے حکم سے اِنکار کرنے والا ہونا اپنے لئے مجھے پسند ہے اس سے دوسرے لوگ مجھ سے خوش رہیں۔)

جتنا دوسروں کو تیری رحمت پر فخر ہے اس سے زیادہ اس کو اپنی لعنت پر فخر ہے۔ اس سے کسی نے کہا اس لعنت کی کالی گلیم کو اپنے کاندھے سے کیوں نہیں پھینکتا۔ اس نے کہا ؎

می نفروشم گلیم می نفروشم
گر بفروشم برہنہ ماند دوشم

(میں اپنی اس لعنت کی کملی کو نہیں بیچوں گا۔ اگر بیچ دوں تو مرا کاندھا ننگا ہو جائے گا)

یہ راز عقل کے کارخانہ کا نہیں۔ عقل اس راز سے پیدائشی مفلس ہے بلکہ یہ عالم عشق سے متعلق ہے اس راز کا پتہ اسی سے ملے گا العشق جنون الٰہی (عشق اللہ کا جنون ہے) دیوانوں کے کام دوسرے ہیں اور عاقلوں کے کام دوسرے۔

اور وہ دوسری بات جو آپ کے خط میں مذکور ہے اس میں ہدایت خاص کی بشارت کا ایک اشارہ ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے وَالَّذِینَ جَاهَدُوا فِینَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (جن لوگوں نے میری طرف آنے کی کوشش کی میں ان کو اپنی راہ دیتا ہوں) اور کچھ لوگوں کو سورہ فاتحہ میں یہی راز پیش آیا ہے جیسے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ط (میں تجھ کو پوجتا ہوں اور تجھ سے مدد مانگتا ہوں) اس میں مخاطبت کی دونوں کاف "ک" میں دل کی وہی برق تاباں ہے۔

اصحاب خلوت یعنی گوشہ نشینوں کو اس طرح کے احوال بہت ہوتے ہیں۔ زاہد[1] کو اس سے بھی سخت ترین (معاملہ) تھا۔ اب وہ گذر گیا۔ باقی نہیں ہے اور جو کچھ آپ کے نصیب وحصہ میں ہے وہ آپکے کاموں سے ختم ہو چکا ہے آپ کے معاملات میں نہیں رہے گا اور اگر رہے گا تو آپکے معاملہ اور آپ کے حق میں خالصاً للہ رہے گا اور اگر آپ کے حصہ وتقدیر میں کچھ باقی ہے تو وہ بھی خالصاً للہ ہی باقی ہے۔

خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کونین سے گذر گیا (یعنی سب کو ترک کر چکا ہو) اس کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا ہو اس کی ملک میں خرما کی ایک گٹھلی کے سوا کچھ نہ ہو المکاتب عبدٌ وَاِنْ بَقِیَ عَلَیْهِ دِرْهَمٌ (جس مکاتب غلام کے ذمہ ایک درہم بھی باقی رہ گیا ہو وہ ابھی تک غلام ہی ہے)

جو کچھ راہ سلوک میں پیش آئے اس پر شکر کیجئے۔ طرح طرح کے انعام واکرام سے نوازے جائینگے دل کو مطمئن رکھئے۔ جو کچھ مشاہدہ میں آتے ہیں اور سنتے ہیں وہ دراصل نشانیاں اور علامتیں۔ اپنے کام میں کوشش بلیغ کیجئے۔ بندہ کا یہی کام ہے۔ اَلْفَضْلُ لِمَنْ فَضْلُ اللّٰهِ لَا بِالْجَوْهَرِ وَلَا بِالْعَمَلِ (اللہ کا فضل بس اس کے فضل ہی سے ہے نہ تو جوہر کے اعتبار سے ہے اور نہ عمل کے اعتبار سے)، اس کے باوجود

---

[1] زاہد سے مراد قاضی زاہد صاحب ہیں جو حضرت مخدوم جہاں کے خلیفہ اور مقربین میں سے ہیں۔

بندہ کو عمل اور بندگی سے چھٹکارا نہیں جس طرح موت سے چھٹکارا نہیں۔
اس سے پہلے بھی خط لکھا گیا ہے اس کو مطالعہ میں رکھئے۔

والسلام

مکتوب ــــ ۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

برادر امام مظفر! کاتب حروف شرف یحییٰ منیری کا سلام و دعاء مطالعہ کریں۔ آپ کا خط ملا تھا اس میں یہ سوال مرقوم تھا کہ کیا یہی وجود حجاب ہے؟
ہاں! ہے تو ایسا ہی جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

اذا قلتُ ما اذنبت قالت مجیبۃً
وجودک ذنبٌ لا یقاس بہٖ ذنب

(پوچھا میرا گناہ کیا ہے؟ محبت نے جواب دیا تیرا وجود ہی ایسا گناہ ہے جو قیاس میں نہیں آسکتا)

اگرچہ حجاب بے حد اور بے شمار ہیں لیکن سب کی اصل یہی ہے اور سارے حجابات کی بنا اسی پر ہے۔
خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

آنچہ توگم کردہ ای کج کردہ ای
ہست اندر تو، تو خود در پردہ ای

(جسے تو نے کھو دیا یہی تیری غلطی ہے وہ تو تیرے اندر ہی ہے تیرا وجود ہی خود تیرے لئے پردہ ہے)

جو شخص بھی ہے وہ خود پردہ بنا ہوا ہے وہ خود اپنے پردہ کے اندر محجوب ہو گیا ہے۔ اگر یہ پردہ اٹھ جائے تو تمام پردے اُٹھ جائیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی دوستی اپنی دشمنی سے پیدا ہوتی ہے۔ جو شخص اپنا دشمن نہیں وہ اس کی محبت میں صادق نہیں۔

کہتے ہیں کہ عُشاق جب قیامت کے میدان میں جھنڈا گاڑیں گے تو ان میں سے بعض خواص کو متنبہ

کریں گے اور کہیں گے کہ آپ لوگوں نے خود اپنے لئے اس کو دوست بنایا ہے اور اس عالم میں جو اپنے اوپر نظر رکھتا ہے وہ نظر سے دور اور محجوب ہے اور ولایت (یعنی دوستی) سے بھی دُور ہے۔ اور جو اس کو اُسی کے لئے دوست رکھتا ہے اس کے نزدیک رد و قبول اور وصل و ہجر برابر ہوتا ہے اگر ان میں فرق کرتا ہے تو ناقص اس لیے کہ اس کی نگاہ محبوب کی خواہش اور مراد پر ہونی چاہئے نہ کہ اپنی مراد پر۔

اسی طرح ایک دوسرے عزیز کہتے ہیں کہ عاشق اپنی مراد اور مقصد کی برآری میں کوشاں رہتا ہو تو اسے وصل کی خلعت ہرگز نصیب نہیں ہو گی۔ عاشق کو چاہئے کہ اپنی ہمّت معشوق کی مراد پوری کرنے میں لگائے۔

ایک دوسرے عزیز کہتے ہیں جو محبوب کو اپنے لئے دوست رکھتا ہے یا خود کو اس کے لئے دوست رکھتا ہے مخلص نہیں ہے اس لئے کہ دونوں صورتوں میں اس کی خودی اس کی نگاہ میں ہے اور جس کی خودی اپنی نگاہ میں ہے اس کو عالم اخلاص کی کیا خبر۔ وہ عالم اخلاص کو کیا جانے۔ عالم اخلاص میں اس کی محبت اس کے حق میں تعظیماً ہے اور خود کو کلیتاً نیست و نابود جاننا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب تک تجھ میں تیری خودی سے ذرہ برابر باقی ہے اخلاص کا نام لینا بالکل دُرست نہیں آپ دل قوی رکھئے اور ہمت کو بلند کیجئے۔ امید صادق ہے کہ اس دَولت کا ظہور ایسے مقام سے ہو گا جہاں فرشتوں اور آدمیوں کی عقل کی پہنچ نہیں اور وہ اس کے ادراک سے عاجز ہیں کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ایک جواں مرد جناب شعیب علیہ السلام کی مزدوری پر راضی ہوئے مازوجۂ صالحہ کی مہر کے عوض دس سال تک ان کی بکریوں کی چرواہی کرتے رہے، آگ کی تلاش میں نکلے، نورِ قِدم کی تجلی ہوئی، کہہ اُٹھے اِنِّیْ آنَسْتُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا (میں نے طور کی سمت آگ دیکھی ہے) یکایک عنایت کی خوشخبری دینے والا خلعت نبوت اور شرف رسالت لے کر پہنچ گیا۔ کیا یہ سب معاملہ عقل کی ادراک میں آسکتا ہے۔

عاقبت بخیر ہو بحرمتہ النبی و الہ الامجاد۔

والسلام

مکتوب — ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام مظفر — سلام و دعا کے بعد یہ اشعار مطالعہ کیجیے۔

اوصاف ذمیمہ چوں بدل شد
ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد

(جب بُری صفتیں (اچھی صفتوں سے) بدل گئیں تو وہ ساری مشکلیں جو تجھ کو تھیں حل ہو گئیں)

چوں نیستی تو شد محقق!
خیزد ہمہ نعرۂ انا الحق!

(جب تیری نیستی حقیقت ہو گئی تو پھر نعرۂ انا الحق اٹھنے لگا)

اینجاست نہایت طریقت
این ست خلاصۂ حقیقت

(یہی طریقت کی انتہا ہے اور یہی حقیقت کا خلاصہ ہے)

کسی اور نے کہا ہے ؎

ہر کرا ایں آفتاب اینجا بتافت
انچہ انجا وعدہ بود اینجا بیافت

(جس پر وہ آفتاب اسی عالم میں تاباں ہو گیا اس کو وہ چیز یہیں مل گئی جس کا وہاں وعدہ ہے)

ایسے ہی لوگ مسلمان ہیں، یہی مسلمانی ہے، ایسے ہی لوگ مومن ہیں، یہی ایمان ہے، ایسے ہی لوگ موحد ہیں اور یہی توحید ہے کام بن گیا، مطلوب ہاتھ آگیا، اور اس دولت کا نقارہ بجنے لگا کہ

اَنا لکَ شِئتَ اَم اَبیتَ
انتَ لی شِئتَ اَم اَبیتَ

تم چاہو یا نہ چاہو میں تمہارا ہوں - تم چاہو یا نہ چاہو تم میرے ہو) اور اسی کو کہا ہے ؎

رویت این ست وچنیں باشد وصال

دوستاں را با جمال ذوالجلال

(دیدار یہی ہے اور اس کے دوستوں کو رب ذوالجلال کے جمال کا وصل اسی طرح ہوتا ہے)

دوسرے اشعار سنئے جو کسی نے کہا ہے ؎

اے خوانندہ خدائے را بعادت

دوری ز حقیقت شہادت

عادت کے طور پر خدا کی عبادت کرنے والے ایسی عبادت مشاہدہ کی حقیقت سے دوری ہے)

تا کے بزبان خدا پرستی این نیست مگر ہوا پرستی

تو کب تک زبان سے خدا پرستی کرے گا یہ تو صرف خواہش پرستی ہے)

توحید نہ کار آب وخاک است

کاندر دل صاف وجان پاک است

(توحید ہر پانی اور مٹی کے پتلے کا کام نہیں ہے توحید تو صاف دل اور پاک و طاہر جان کے اندر ہے)

خود را برکاب رہبرے بند

تا باز رہاندت ازیں بند

(خود کو کسی رہبر کار کا بدار بنالے تاکہ تجھے اس قید سے آزادی مل جائے)

خط شبلی لے گئے خضر جب جانے لگے تو یہ خط لکھا گیا۔

والسلام

مکتوب — ۹

کاتب حروف شرف یحییٰ منیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔

اس دفعہ آپ کا مکتوب کچھ اور ہی طور پر ہے اور ایک دوسرے ہی ذوق کا حامل ہے۔ یہ علامت فتحیاب کی ہے۔ مبارک ہو۔ کام جب فضل پر ہے تو استحقاق پر نہیں۔ یہ عجیب معاملہ ہے ساحران فرعون صبح

سویرے اُٹھے، کفر اور جادوگری کے منتر میں غرق ہوگئے، پھر غصہ میں اُٹھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے کمربستہ ہوگئے۔ فرعون ملعون کی قسم کھا کر کہا اِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُوْنَ (بیشک ہم موسیٰ پر غالب ہوں گے) ابھی ایک لمحہ بھی نہیں گذرا تھا کہ فرعون کے ان جادوگروں کے سر پر معرفت کا تاج رکھا گیا توحید کے تخت پر بیٹھا دیئے گئے اور عرفائے حق میں شمار کرلئے گئے، ایسی ہمت ملی کہ دنیا اور آخرت سے یکایک گذر گئے اور سارے عالم میں منادی کردی گئی وَاللّٰهُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی (اللہ سب سے اچھا اور بہتر ہے، ہمیشہ کی بقا اسی کو ہے) کسی نے کہا ہے ؎

روئے را کہ خدا بارہ اید
دست مشاطہ ار نہ رسد شاید

(اس چہرہ کو جسے اللہ تعالیٰ آراستہ کرے، مشاطہ کا ہاتھ اس میں نہ لگے تو بہتر ہے)

اگر آپ نفس کافر کو ذلیل وخوار کیجئے اور اس حیات محسوسہ سے گذر جایئے جو عارف کے لئے موت محض ہے تو وہ حیات حقیقی جو ابدی زندگی ہے حاصل ہوجائے۔ جب تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ (جسے وہ چاہے عزت دے) اس کی صفت ہے تو کچھ بعید نہیں کہ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے حضور میں) اسی حیات کی طرف اِشارہ ہے ؎

ما چو بے ما آمدیم اول دریں کاخ فنا
باز بر آخر براں وجہے کہ اوّل آمدہ

(ہم اس فانی محل میں جب پہلے ہی تنہا آئے تھے اسی طرح میرا خاتمہ بھی کر۔)

جاں زما برگیر و مارا باد م خود زندہ دار
کیست سرہنگ اجل بر ما موکل آمدہ

(میری جان لے لے اور اپنے دم کے ساتھ مجھ کو زندہ رکھ۔ یہ موت کا پیادہ کون ہے جو مجھ پر مسلط کردیا گیا ہے)

کہتے ہیں کہ ایک بزرگ انتقال کے بعد ہنسنے لگے کسی نے کہا عجب طرح کی ہنسی ہے، مرنے کے بعد ہنستے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ عجب طرح کے وہ لوگ ہیں جو خدا کے دوستوں کو مُردہ سمجھتے ہیں۔ خدا کی قسم میں زندہ ہوں اور اللہ کے تمام ولی زندہ ہیں۔ اور یہ فرمان اسی معنی میں ہے اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا یَمُوْتُوْنَ وَلٰکِنْ یَنْقَلِبُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ۔ (بیشک اللہ کے دوست مرتے نہیں بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں

منتقل ہوجاتے ہیں۔

اسی طرح جو شخص اس عالم فانی کے علائق کو اپنے سے منقطع کر دیتا ہے اس کی کوشش عالم قدس تک پہنچتی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت سے وابستہ ہوجاتا ہے! اس کی یہ حیات ظاہری معدوم اور باطل ہوجاتی ہے بلکہ اس کو یہ حیات محسوسہ موت معلوم ہوتی ہے اور اسی سے لگی ہوئی جو حیات ہے وہی حیات ابدی ہے اور اسی معنی میں کہا گیا ہے مَنْ کَانَ فَنَاءُہٗ لِلّٰہِ کَانَ بَقَائُہٗ بِاللّٰہِ (جو اللہ کے لئے فنا ہوگیا اس کی بقا اللہ کے ساتھ ہوگئی) ؎

باسوز در آئی روشنائی اینک
با فقر در آئی بادشاہی اینک

(سوز کے ساتھ آجا روشنی یہی ہے فقر میں داخل ہوجا بادشاہی یہی ہے)

فائدہ: — اے برادر! اکثر علمائے شریعت اور متکلمین اسلام کا یہ قول ہے کہ روح جسم لطیف ہے اور وہ جسم کثیف یعنی انسان کے بدن میں داخل ہوتی ہے۔ اس قول پر قرآن کریم اور احادیث نبوی سے دلیل پیش کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس جسم لطیف یعنی روح کی کیفیت کو ہم نہیں جانتے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ہم کو اس کی اطلاع نہیں دی ہے۔

مگر ایک کتاب جس کا نام اقلیم الاسلام ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ خواص کو اس کا علم ہوتا ہے اور وہ اس کے لئے مخصوص ہیں اور ان پر واجب ہے کہ وہ نااہلوں پر اسے افشا نہ کریں کیونکہ ان کی کم فہمی کے سبب فتنہ پیدا ہوجائے گا اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کو پوشیدہ رکھا (بیان نہیں کیا اس کے پوشیدہ رکھنے میں یہی مصلحت تھی) آپ پر روح کی کیفیت منکشف تھی اور جو روح کو نہیں پہچانے خود کو نہیں پہچانے اور جس نے خود کو نہیں پہچانا وہ اپنے رب کو کیسے پہچانے گا۔ بعض اولیاء اصفیا علماء حکماء پر بھی مکشوف ہوتا ہے لیکن بیان نہیں کرتے خاموش اور ساکت رہتے ہیں۔ چونکہ اللہ کے رسول نے سکوت اختیار فرمایا اس لئے آداب شریعت کے احترام میں یہ لوگ بھی خاموش رہتے ہیں۔

ستانی زبان از رقیباں راز
کہ تا راز سلطاں نگویند باز

(راز کی باتیں غیروں سے نہ کہو، زبان بند رکھو، کیونکہ شاہی راز کھولنا سخت منع ہے)

فائدہ:۔ بزرگوں کا قول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ احد کے متعلق فرمایا اُحُدُ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهُ (کوہ احد مجھ سے محبت کرتا ہے اور میں اس سے محبت کرتا ہوں) کل قیامت کے دن اس کا سنگی لباس اس کے ظاہر سے اتار لیا جائے گا اور آدمی کی صورت میں صدیقوں کی صف میں کھڑا کیا جائے گا۔ چونکہ اس میں صدیقوں کی صفت غالب ہے۔ اس لئے اسی صفت پر اس کو بنا دیا جائے گا اگر کوئی یہ کہے کہ کوہ احد تو جماد ہے اور جماد سے محبت و عداوت درست نہیں۔ محبت و عداوت کا جاننا لوازم حیات میں سے ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اُحُدُ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهُ یہ حدیث سب سے عظیم صاحب دل یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور اصحاب قلوب یعنی اہلِ دل حضرات جمادات سے ایسی چیزیں جانتے ہیں اور سنتے ہیں جس کی دوسروں کو خبر نہیں ہوتی۔ ع

"محجوب راز ہیچ چراغے نصیب نیست"

(جن پر پردہ پڑا ہوا ہے ان کو کسی چراغ سے کیا نصیب ہوگا۔) یہاں تک کہا گیا ہے کہ صاحبان کشف جملہ اشیا کی تسبیح سے واقف اور آگاہ ہوتے ہیں اور يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (جو کچھ آسمان اور زمین میں ہیں سب اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں) کی تسبیح بھی سنتے ہیں۔ اسی کو کسی نے کہا ہے ؎

پیش تو ایں سنگریزہ ساکت است
پیش ماحقا فصیح ناطق است

(تمہارے سامنے پتھر کی کنکریاں ساکت و خاموش ہیں اور قسم ہے یہ میرے سامنے نہایت فصاحت سے بول رہی ہیں)

عصمتُ الانبیا میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے تذکرہ کے سلسلہ میں مذکور ہے کہ سارا عالم اپنے ایک ایک ذرہ کے ساتھ اپنے خالق کا عاشق اور طالب ہے۔ اسی معنی میں کسی نے کہا ہے ؎

صد ہزاراں راز در مورے نہند
درویش از عشق خود شورے نہند

(لاکھوں رموز ایک چیونٹی کے دل میں رکھ دیا ہے اور اس کے دل میں اپنے عشق کا شور و غوغا ڈال دیا ہے)

ذرہ ذرہ عاشقانت در ہوا
پُر شدہ از پر تو عشق خدا

• ہوا میں جتنے ذرے ہیں سب تیرے عاشق ہیں اور اللہ کے عشق کے پرتو سے بھرے ہوئے ہیں۔

جملۂ ذرات پیدا و نہاں
نقطۂ عشق اند در ہر دو جہاں

(سارے ذرات جو آشکارا اور نہاں ہیں دونوں جہاں میں عشق کا ایک نقطہ ہیں)

والسلام

مکتوب ــــ ۱۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

امام مظفر! کاتب حروف شرف یحیٰی منیری کا سلام و دعا، ان اشعار کو پڑھئے اور دلنشیں کیجئے ؎

دوئی را نیست رہ در حضرت تست — ہمہ عالم توئی و قدرت تست
وجود کون ظل حضرت تست — ہمہ آثار صنع و قدرت تست

(دوئی کو تیری جناب میں راہ نہیں۔ سارا عالم تو ہی ہے اور تیری قدرت ہے۔ عالم امکان کا وجود تیرا ہی سایہ ہے۔ سب تیری قدرت اور کاریگری کی نشانیاں ہیں)

آپ نے لکھا تھا کہ "کفر و شرک اور بت و زنار جو کہتے تھے میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اب سمجھ میں آگیا کہ کیا ہے" یہ آپ کے لئے بہت ہی عظیم کشود اور فتوح ہے ان کو آپ کی حقیقت دکھا دی گئی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد ایمان کا جمال دیکھیں گے یہی وہ بات ہے جو کہی گئی ہے ؎

کفر اندر خود خود قاعدۂ ایمان است
آساں آساں بکافری نتواں رفت

(کفر خود اپنی حیثیت سے ایمان کے قاعدہ میں ہے آسانی سے اس کافری سے نہیں نکلا جا سکتا)

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ وہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے کھڑے ہونے کے ساتھ ہی کہہ اٹھے میں تو کافر ہوگیا اور میں نے زنار باندھ لی ہے۔ اللہ اکبر کیا سمجھ پیدا کی۔ جب تک اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (میں اس سے بری یعنی بیزار ہوں جو تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو) کا کفر حاصل نہیں ہوگا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ (میں نے اپنے چہرہ کو اس کی جانب کیا جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے) کا جمال جلوہ نہیں دیتا اور جب تک وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا (سب مل کر اللہ کی ڈوری کو مضبوط پکڑو) کی ڈور باطن کا زنار نہیں بن جاتا زنار بندی ہرگز شکستہ نہیں ہوسکتی۔ آپ کی یہ سمجھ بھی عالم بصیرت ہی سے ہے اور یہ دلیل ہے کہ اس جانب سے آپ کا حصہ ظاہر ہوگا۔ دل خوش رکھیں اور اپنے کام میں لگے رہیں تاکہ مزید قبولیت حاصل ہو۔

اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ "مجھے اس کے رمز نظر آتے ہیں کہ کفر و سبحہ و زنار کیا ہے میں اسے یوں دیکھتا ہوں کہ جب تک کفر لا الٰہ حاصل نہیں ہوتا جلوہ الا اللہ ہرگز حاصل نہیں ہوتا۔"

یہ نظر بھی اس راہ کے اسرار میں سے ہے اور اس کام کے دقائق میں سے ہے دل جتنا صاف و شفاف ہوگا نظر اتنی ہی زیادہ صاف ہوگی

اور یہ جو لکھا تھا کہ "میں یہ سمجھتا ہوں کہ بعض معانی کا تذکرہ بزرگان جو زلف، خال، کفر، بت، زنار اور صورت سے کرتے ہیں تو اس کی ضرورت تھی کیونکہ ان معانی کا بیان بجز اس کے عبارت میں نہیں آسکتا۔"

اے برادر! اصحاب سلوک کو راہِ سلوک میں اتنے سارے معانی جو پیش آتے ہیں وہ سب کے سب عالم ملکوت سے ہوتے ہیں جب وہ چاہیں کہ اس عالم میں اسے عبارت میں لائیں تو سوائے کفر و شرک بت و زنار کے اور کسی دوسری عبارت میں نہیں لا سکتے اور اس عبارت کے لئے ارباب بصیرت ہی مخصوص ہیں۔ بکواس کرنے والے اور فضول بکنے والے کو یہاں راہ نہیں۔ آپ کو جو کچھ دکھایا جا رہا ہے وہ صدیقوں کے معانی و احوال اور سالکوں کے مرتبے و منزلیں ہیں۔ خاطر جمع رکھئے جب اہل کرم ضرورت مندوں اور محتاجوں کو جس کی ان کو احتیاج ہوتی ہے دکھلاتے ہیں تو ان کے کرم سے یہ بعید نہیں کہ وہ نہ دیں جو کچھ دکھاتے ہیں وہ اس بات کی دلیل ہے کہ ضرور دیں گے۔ آپ اپنے کام میں لگے رہیں۔ دکھانے کا وقت اور ہے دینے کا وقت اور ہے۔

اور وہ جو آپ نے لکھا تھا کہ اپنی خودی سے کس طرح چھٹکارا پاؤں:

اے برادر! اگر اپنی خودی سے خلاص پالیں تو بس وحدہ لاشریک لہ ہو جائے۔ تمام سالکین راہ اسی تمنا میں ہیں۔

تا بخت کرا بود کرا دارد دوست

(کس کے نصیب کا ستارہ چمکتا ہے اور کسے وہ دوست بنا لیتا ہے)

آپ نے لکھا تھا کہ "غلبۂ حال ہوا تھا اس وقت مجھے یہ گمان ہوا کہ کوئی یہ کہتا ہے سبحانی ما اعظم شانی اور یہ حروف و آوازیں نہیں سنتا ہوں۔"

اے برادر! یہاں حرف و صوت کا کیا کام۔ اس مسئلہ کا مکمل جواب خواجہ فریدالدین عطارؒ سے سنئے انہوں نے کہا ہے کہ جب ایک درخت سے یہ روا ہے کہ اس سے انی انا اللہ جاری ہو تو منصور حلاج سے انا الحق کا جاری ہونا کیوں جائز نہیں۔ ابھی آغاز ہے۔ دل جتنا زیادہ صاف ہو گا اتنا ہی زیادہ آپ سنیں گے ؎

ہیچ ہستم می ندانم من چہ ام

چوں ہمہ ہم اوست آخر من کہ ام

(میں کچھ ہوں میں نہیں جانتا میں کیا ہوں، جب سب وہی ہے آخر میں کون ہوں)

روا باشد انا اللہ از درختے

چرا نبود روا از نیک بختے

(اگر ایک درخت سے انا اللہ جائز ہے تو کسی خوش قسمت سے کیوں درست نہ ہو گا)

آپ نے لکھا ہے کہ "فرائض و سنن کے علاوہ باقی سب کچھ چھوٹ گیا۔ ہونا ہی ہے۔ ہو ہی گا ؎

آنجا کہ سلطاں خیمہ زد غوغا نماند عام را

(جہاں پر بادشاہ کا خیمہ لگتا ہے وہاں پر عوام کا شور و غل نہیں ہوتا)

ابھی کام آگے ہے۔ ؎

عشق را امروز فردا کے بود

کفر و دیں اینجا و آنجا کے بود

(عشق کے لئے آج اور کل کہاں۔ کفر و دین کے لئے یہاں اور وہاں کہاں)

اے برادر! آدمی کی خوش قسمتی ہے کہ اس کو سب کچھ دکھا دیتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں بت خانہ اور شرک و کفر تم نے دیکھ لیا۔ اب فمن یکفر بالطاغوت پر چنگل مارو تاکہ یومن باللہ تک پہنچ جاؤ اور ایمان کا جمال دیکھ لو۔

کافر نشوی عشق خریدار تو نیست
مرتد نشوی قلندری کار تو نیست

(جب تک تم کافر نہیں ہوتے عشق تمہارا خریدار نہیں ہے اور جب تک تم مرتد نہیں ہوتے قلندری تمہارا کام نہیں)

آپ نے لکھا ہے کہ "وہ مرید ہی کیا ہے جو پیر کا نام اپنی زبان پر لائے مخدوم کا نام میں نہیں لے سکتا ہوں"

اس کا جواب اس حدیث سے سمجھنا چاہئے کہ لم یفضل ابو بکر بکثرت الصلوٰۃ ولا بکثرت صوم انما فضل بشیٔ وقر فی صدرہ (ابوبکر کو روزہ نماز کی کثرت سے فضیلت نہیں دی گئی بلکہ ان کی فضیلت اس چیز سے ہے جس کی عظمت ان کے سینہ میں متمکن ہوگئی ہے) حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی ساری فضیلت اسی معنی میں ہے۔ دوگانۂ شکر ادا کیجئے۔

اور یہ کلمات جو آپ سنتے ہیں کہ اے کافر، اے مشرک، اے بت پرست، اے زنار دار، اے کتے "تو میرے لائق نہیں۔ یہ سب اس کے فضل سے ہے۔ جہانِ محبت میں اسے ناز و ادا اور محب کے ساتھ محبوب کا کرشمہ کہتے ہیں۔ اس گروہ (عاشقان اور محبین) کو ان کلمات کے سننے میں وہ ذوق پیدا ہوتا ہے کہ تحریر میں نہیں آسکتا۔ من لم یذق لم یدر (جس نے چکھا ہی نہیں وہ کیا جانے)

گہہ ناز گہہ کرشمہ و گہہ خشم و گہہ عتاب
مسکیں دلم چرا نشود زیں ہمہ خراب

(کبھی ناز کبھی کرشمہ کبھی غصہ کبھی عتاب یہ بیچارہ غریب دل اس صورت حال سے کیسے پریشان نہ ہو)

اور کنگھی کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ کنگھی کے اندر میں وہی سب کچھ پڑھتا ہوں جو ایک مکتوب میں پڑھا جاتا ہے گویا یہ کنگھی میرے دل کے سامنے ایک خاص چیز بیان کرتی ہے۔

مخدوم کے تبرکات میں سے جتنی چیزیں مجھ تک پہنچتی ہیں سب کا یہی حال ہے"
اس کے لکھنے کی کیا حاجت ہے۔ یہ معنی سامنے ہے۔
مَاصَبَّ اللّٰهُ شَيْئًا فِي صَدْرِي اِلَّا وَقَدْ صَبَّبْتُهُ فِي صَدْرِ اَبِي بَكْرٍ (جو کچھ اللہ کی جانب سے میرے سینہ میں بٹتا ہے وہ پٹ جاتا ہے ابو بکر کے سینہ میں) اور یہ انصباب (بٹنا) دل سے دل میں ہوتا ہے زبان کو اس کی کیا خبر۔ جب مُرید کا دل پیر کے دل کے سامنے ہوتا ہے تو جتنا مقابل یعنی قریب ہوتا ہے اسی مقدار میں پیر کے دل سے مرید کے دل میں بٹتا ہے۔ اور اگر تحریر اور بیان درمیان میں نہ ہو تو اس سے نقصان کیا ہوتا ہے مرید کی یہ استعداد اور قابلیت نہایت عزیز یعنی قیمتی ہے۔

اور آپ کی یہ خواہش ہے کہ یکبارگی سب سے گذر جاؤں تاکہ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ مکمل ہو جائے اور وَيَبْقىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ کے جمال کی تابانی ہو

اے برادر! سارے عالم کے طالبین اور روئے زمین کے سالکین کا یہی مقصود ہے۔ اسے عالم وحدت کہتے ہیں۔ ہر جگہ کثرت ہے اور دوئی ہے مگر یہاں وحدت ہی وحدت ہے اس راہ کے ہزاروں چلنے والوں میں سے ایک ہی دو اس دولت تک پہنچتے ہیں اور یہی بہت ہے۔ آپ کے لئے اس دولت تک پہنچنا آسان ہو جائے گا ہاں! اپنے کام میں لگے رہیں یہاں تک کہ اس کا وقت آجائے۔ خواجہ فریدالدین عطار رح فرماتے ہیں ؎

آنچہ توگم کردہ ای کشر کردہ ای
ہست اندر تو تو خود را پردہ ای

(وہ جو تو نے کھو دیا ہے یہی تری بھول اور کجی ہے وہ تو تیرے اندر ہے تو خود اپنے لئے پردہ بن گیا ہے)

ہر چہ در توحید مطلق آمدہ است
آنہمہ در تو محقق آمدہ است

(توحید مطلق میں جو کچھ آیا ہے وہ سب کا سب تیری حقیقت میں ہے)

آدم اول سوئے ہر ذرہ شتافت
تا بخود اور اینافت اور اینافت

(آدم پہلے ہر ذرہ کے پیچھے دوڑے اس کو پایا تو اپنے ہی اندر پایا)

اور یہ جو لکھا تھا کہ "ایک حسین وجمیل عورت نیند اور بیداری کی حالت میں میرے داہنی طرف آکر کھڑی ہو جاتی ہے"

اے برادر! سالکوں کی راہ میں اس طرح کی بہت سی چیزیں صادق اور کاذب کے امتحان کے لئے آیا کرتی ہیں۔ طالب صادق جب خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (نہ نگاہ بہکی اور نہ دھوکا ہوا) پر عمل کرتا ہے تو سلامتی کے ساتھ گذر کر اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی (بیشک تمہاری آخری منزل تمہارے رب تک ہے) تک پہنچ جاتا ہے۔

جز وصل توام حرام بادا

حاجت کہ بجز اہم از خدا من

(تیرے وصال کے علاوہ میرے لئے حرام ہے کہ کوئی اور حاجت خدا سے میں طلب کروں) اور یہ جو لکھا تھا کہ "فقر حقیقی اور غربت حقیقی کی بہت آرزو ہوتی ہے جس طرح کسی کو قید کرکے کچھ دکھاتے ہیں اسی طرح میرے دل کو مجھے دکھاتے ہیں لیکن دیتے نہیں۔"

اگر دینا نہیں ہوتا تو دکھاتے ہی نہیں اَلْاُمُوْرُ مَرْهُوْنَةٌ بِمَوَاقِيْتِهَا (ہر کام کا وقت مقرر ہے) سنت الٰہی اسی طرح پر جاری ہے۔

اور یہ جو لکھا تھا کہ "بعض وقت ایسی مستی پیدا ہوتی ہے کہ اس وقت ترتیب یعنی ایسے اور ویسے کا خیال رکھنا دشوار ہو جاتا ہے۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ مستی اور دیوانگی میں ترتیب آپ سے کون طلب کرتا ہے ترتیب تو اس کے لئے ہے جو مست نہ ہو۔

اور یہ جو لکھا تھا کہ "وضو اور نماز کے وقت وضو اور نماز میں فرائض، سنن اور مستحبات کو قائم رکھ سکتا ہوں" یہ محفوظ رہنے کی علامت ہے اور سکر کی پہچان ہے۔ الحمد للہ علی ذلک۔ اطمینان رکھئے۔ اپنے کام میں مشغول رہئے۔ مستی کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ فتحیاب کی دلیل ہے۔

اور یہ بھی لکھا تھا کہ "یہ کلمات جو سنتا ہوں وہ مخارج صوت و حروف سے نہیں سنتا۔"

حروف و آواز کے نکلنے کی جگہ تو عالم مُلک ہے اور آپ جو کچھ سنتے ہیں وہ ملکوتی ہیں۔ ان کلمات کی مستی و دیوانگی میں ایک دوسرا ہی اثر ہوتا ہے جب کہ وہ عالم ہی دوسرا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا اثر بھی دوسرا ہی ہوگا۔ اور وہ جو عین القضات رح نے فرمایا ہے کہ فنا میں تمام سالکین برابر ہیں لیکن بقا میں فرق ہے فنا بمنزلہ موت ہے موت میں سب برابر ہیں، اور بقا بمنزلہ نزول ہے۔ موت کے بعد نزول قربت حق تعالیٰ ہی اور اہل قربت یعنی مقربین کی قربت میں فرق و تفاوت ہے۔

جو کچھ یاد آیا اس کا جواب لکھدیا۔ افسوس بھی ہوا۔ اپنی والدہ، ہمشیرہ، برادران، بھانجا اور فخر الدین و تاج الدین کو سلام و دعا پہنچادیں۔

والسلام

مکتوب ۔ ۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کاتب حروف شرف یحییٰ منیری کا سلام و دعا مطالعہ کیجئے۔

اے برادر! سنت الٰہی اسی طور پر جاری ہے جو اس آیۃ کے ضمن میں ہے وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوا۔ (اللہ تعالیٰ وہی ہے جو پانی برساتا ہے اس وقت جب لوگ نا اُمید ہو جاتے ہیں) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گردش اور پریشانیوں کے احوال اسی سنت پر گذرے ہیں۔ سب سے پہلے تنور میں ڈالا گیا پھر صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈالا پھر دشمن کے ہاتھ میں پڑ گئے پھر قبطی کا قتل ان کے ہاتھ سے کرایا پھر مسافرت میں ڈالے گئے۔ دس سال تک چرواہی کا کام کرایا گیا پھر ایک خونخوار جنگل میں ڈالے گئے اندھیری رات، کالی گھٹا، بجلیوں کی تڑپ اور اس کی گرج، بکریاں وحشت زدہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگیں اس پر بھیڑیوں کی یلغار، سردی کا عجیب عالم اس پر مزید یہ کہ اہلیہ کو دردِ زہ شروع ہو گیا، ہلاکت اور تباہی کے تمام سامان موجود ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کی تلاش میں بڑھتے ہیں اور کہتے ہیں اِنِّي آنَسْتُ نَارًا (میں نے آگ دیکھ لی ہے) یکایک فتحباب

ہوتا ہے اور اس بارگاہ مطلوب سے ندا آتی ہے یا موسیٰ انی انا اللہ رب العٰلمین۔

اسی طرح جس وقت آپ کی نگاہ اپنی نااہلی اور ناشائستگی پر پڑے اپنی کامیابی سے ناامیدی ہو جائے اور اپنے دل کو ہلاکت کا شکار پائیں تعجب نہیں کہ وہی وقت کشود و فتوح اور کامرانی و فتحیابی کا ہو۔ مبارک ہو۔ والسلام

مکتوب ــــ ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر اعز امام مظفر سلام و دعائے کاتب حروف شرف یحییٰ منیری مطالعہ فرمائیں۔ آپکے تمام مضامین کا مطالعہ کیا گیا۔ ہر ایک مضمون میں ایک دوسرا شور و شغب ہے۔ اس شور و شغب سے کیا ظاہر ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ انجام کار خاطر خواہ ہو گا جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے۔

من گیاہے زہد و تقویٰ من گیاہے خانقاہ
ساقیا بادہ بدہ آتش بزن پشمینہ را

(میں تو زہد و تقوی کی گھاس اور خانقاہ کی بھوس ہوں اے ساقی شراب لا اور اس اونی کملی میں آگ لگا دے۔

آپ نے مشارق کی شرح لکھی تھی، اس کے جتنے اوراق صاف کئے گئے تھے اسے مطالعہ کیا، بہت ہی خوب اور پسندیدہ خاطر ہے۔ بہت سارے معانی ہر نوع و جنس و حال کے اس میں لکھے ہیں لیکن آپ اس میں مشغول نہ ہوں کیونکہ علم اپنی طرف مشغول کرنے والا ہوتا ہے۔ ہوشیار رہیں آپ کا معاملہ معلوم سے ہے علم کو کنارہ کر دیجئے ــــ والسلام

مکتوب ـــ ۱۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کا خط ملا مطالعہ کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شور و غوغا جتنا بھی ہو اسے اس طرح گھونٹ جانا چاہیے کہ ڈکار بھی نہ آئے اس کے سوا کوئی صورت نہیں۔ ایک عزیز کا قول ہے کہ منصور کا انا لحق کہنا ان کے گنجائش کی کمی ہے۔ یقیناً حوصلہ جتنا وسیع ہوگا اس میں تمام کی گنجائش ہوگی اگر تنگ ہوگا تو گنجائش نہیں ہوگی۔ باہر آجائے گا۔ اور یہی نکتہ اس باب میں ایک قوی بنیاد ہے۔ دل کو مطمئن رکھئے اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔

والسلام

مکتوب ـــ ۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم امام منظر سلام و دعائے کاتب حروف شرف یحییٰ منیری مطالعہ کریں۔

اس سے قبل جو خط بھیجا گیا ہے اس میں بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، پھر تاکید کی جا رہی ہے اور مزید تاکید ہے۔

جب کہ زید اور زینب کے قصہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ارشاد فرمایا وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ (آپ کو لوگوں سے کیا خوف اللہ ہی کو اس کا حق ہے کہ آپ اللہ سے ڈریں) اور حضرت ہارون علیہ السلام اپنی جلالت نبوت کے باوجود کہتے ہیں فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَاءَ (دشمنوں کو مجھ پر نہ ہنسائیں) اور بی بی مریم والدۂ عیسیٰ علیہ السلام ولایت کے باوجود بے شوہر کے فرزند پیدا ہونے پر کہتی ہیں يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا (اے افسوس کاش میں مر جاتی اس سے قبل اور بالکل نیست

ونابود ہوجاتی)

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم

والسلام

مکتوب ــــ ۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا[1] حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ نے فرمایا ہے

گفتگوئے انا بحالت کشف ہر کہ گوید از خطا نبود
حاصل اندر زمانہ استغراق شاہد روح جز خدا نبود

(حالت کشف میں جو بھی انا کہتا ہے خطا نہیں۔ زمانۂ استغراق میں شاہد روح خدا کے سوا نہیں ہوتا)

جب سالک پر اس آیۃ کریمہ کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربك ذوالجلال والاکرام کا انکشاف ہوا تو وحدہٗ لاشریك لہٗ نے اس پر جلوہ فرمایا ایسے میں انا کے سوا اس کی زبان سے اور کیا نکلے گا لیکن اس کی غیرت کے حکام سیاست کی سولی نصب کئے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ من صرح بالتوحید فقتلہٗ اولی من احیاءہ غیرہٖ (جس نے توحید کا راز کھول دیا اس کے لئے قتل بہتر ہے دوسروں کے زندہ رہنے سے) لب بند نہ رکھیں تو کیا کریں ؎

زمستی گر بگوید رمز عشقش
جز آتش در شریعت دار باشد

---

[1] یہ مکتوب قدرے فرق کے ساتھ مکتوبات دوصدی مطبوعہ شرف پریس بہار ۱۳۶۲ھ جلد دوم میں بھی موجود ہے اور اس کا مکتوب نمبر ۱۳۰ ہے ۔ مترجم

(مستی میں اس کے عشق کا راز آشکارا کرنے والے کے لئے شریعت میں سزا سولی ہے)

اے برادر! ذکر کے متعلق اہل ذکر نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے اپنا جو ذکر کیا وہ **انا** تھا اور یہ **انا** اس کا ذکر حقیقی تھا۔ باقی تمام اذکار سب کے سب بلکہ سارا کلام عالم یہاں تک کہ **حیوانات** کی آواز اسی کلمہ انا کی صدا ہے۔ ذاکر جب باطن میں لا الٰہ الا اللہ یا ھو یا انت یا کوئی اور اسم سنتا ہے وہ اسی صدا سے سنتا ہے اور جب انا سنتا ہے اور اس کو دفع کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو یہی ذکر حقیقی ہے لیکن حق سبحانہ، تعالیٰ سالک کو خود اس کے جسم کے اندر کی آواز سنواتا ہے بلکہ تمام جمادات نباتات حیوانات کی آواز کو بھی سنواتا ہے تو یہاں پر یہ دیکھنا ہو گا کہ سالک جو ذکر ان سب سے سنتا ہے وہ وہی ذکر ہے جو خود سالک کرتا ہے تو وہ سالک کے ذکر کی صدا ہے یہ کشف حقیقی نہیں بلکہ کشف خیالی ہو گا اور اگر ان سے ایسا ذکر سنتا ہے جو ہر اس شئے کے لئے مخصوص ہے تو وہ کشف صحیح اور کشف حقیقی ہوتا ہے۔ انہیں دو بنیادوں پر غور و تامل کریں۔ اس سلسلہ میں آپنے جو کچھ **لکھا تھا** وہ سب انشاء اللہ حل ہو جائے گا۔

اے برادر! جس قدر خمخانہ وحدت سے پلاتے جائیں خوشی خوشی پیتے جائیں لیکن بدمستی نہ کریں سنئے کیا کہتے ہیں ؎

لابند زبان عاشقان است ۔۔۔ در عشق نمی خرند گفتار

دیدی کہ بکر عشق رمزے ۔۔۔ حلاج بگفت و رفت بر دار

(لا یعنی نہیں، عاشقوں کی زبان کا قفل ہے۔ عشق میں کچھ بولنے کی اجازت نہیں۔ دیکھا نہیں نشہ میں عشق کا ایک راز منصور نے کھول دیا اور دار پر چلے گئے)

ہر کرا آں آفتاب اینجا بتافت

آنچہ آنجا وعدہ بود اینجا بیافت

(دیدار کا آفتاب بس پر یہیں تاباں ہو گیا جس کا وعدہ وہاں کے لئے تھا یہیں ملے گا)

جو پلایا جا رہا ہے۔ خوب ہے۔ خوش رہیں۔ مبارک ہو پیتے رہیں اور تشنگی بڑھتی رہے ؎

ہست دریائے محبت بے شمار

لاجرم یک تشنگی شد صد ھزار

(محبت کا دریا تھاہ ہے یقیناً ایک تشنگی صد ہزار پیاس ہے)

یہاں سارا معاملہ ہمت پر ہے جس قدر ہمت بلند ہوگی پیاس اتنی ہی زیادہ ہوگی ؎

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد

ہمچو خورشید از بلندی فرد شد

(اس راہ میں صاحب ہمت ہی مرد ہیں آفتاب کی طرح بلند ہمتی سے فرد ہوتے ہیں)

اے بھائی! وقت کی افتاد یعنی پریشانیوں کو جھیلنا ہی ہے اس کے سوا چارہ نہیں۔ لطف و جلال کے سایہ میں پرورش پانا چاہئے ورنہ خامی رہ جائے گی۔ تمام سالکین راہ کے کام کی انتہا اسی میں ہے۔ یہ صرف آپ ہی کے ساتھ نہیں ہے ؎

تا نگردی نقطۂ درد اے پسر

کے تواں خواندن ترا مرد اے پسر

(اے عزیز جب تک تو سراپا درد نہیں بن جاتا تجھے مرد کیسے کہا جائے گا)

اے بھائی! سالک پر جو کچھ گزرتا ہے وہ غیریت کا پردہ اس کے درمیان سے اٹھانے کے لئے ہوتا ہے تاکہ وہ دن بدن پختہ تر ہوتا جائے اس کی ہلاکت کے لئے نہیں ہوتا آپ دل کو مطمئن رکھئے۔

در محبت تا کہ غیرے ماندہ است — در درون کعبہ دیرے ماندہ است

چوں نماند در دل از اغیار نام — پردہ از محبوب برخیزد تمام

(محبت میں جب تک غیر کا وجود باقی ہے یوں سمجھو کہ کعبہ میں بت خانہ چھپا ہوا ہے۔ غیر کا وجود جب دل سے مٹ جاتا ہے تو محبوب کے رخ سے مکمل طور پر پردہ اٹھ جاتا ہے)

ہاں! آپ کو یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ غیر ہے کہاں؟ میری مراد غیر سے غیر مجازی ہے۔ حقیقی نہیں۔

اے برادر مکاشفات کی کوئی انتہا نہیں۔ جب یہ اس عالم سے ہے جس کی انتہا نہیں تو تحریر اور عبارت میں کیوں کر آسکتا ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

شرح دادن حال عاشق جاوداں — از عبارت برتر است واز بیاں

گر زباں گردد دو گیتی سالہا — ہم نیارد داد شرح آں حالہا

(عاشقوں کے حال کی تشریح ہمیشہ عبارت و بیان سے بہت بلند رہی ہے۔ اگر دونوں عالم زبان

بن جائے اور برسوں بیان کرتی رہے جب بھی ان کے احوال کی شرح نہیں ہو سکتی ہے)

ایسے سمندر کو جس کی تہہ کی انتہا نہیں اسے پینا اور گھونٹ جانا اور لب صاف کر لینا یقیناً بہت مشکل ہے ایسی مشکل ہے کہ پہاڑ نیست و معدوم ہو جائے بیچارہ آدمی کیا ہے لیکن جب سالک اپنی خودی سے نکل کر اس تک پہنچ گیا تو سمندر اس کی لامحدود بلند ہمتی کے آگے ایک قطرہ ہو جاتا ہے اسی حال میں امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے رب زدنی تحیرا (اے پروردگار میری حیرت کو اور افزوں کر) جب پی کر مست ہوتا ہے تو زیادہ تشنگی ہوتی ہے۔ جتنا بھی پینا چاہے پی سکتا ہے ؎

مست مستم مرا شراب دہید

خرقہ و سبحہ ام بہ آب دہید

(میں مست ہوں اور مست ہو گیا ہوں مجھے شراب دو۔ میرے اس خرقہ اور تسبیح کو پانی میں ڈال دو)

گر محبت ذرۂ پیدا شود

کوہ از نیروئے او دریا شود!!

(اگر محبت ذرہ برابر پیدا ہو جائے تو اس کی دلیری اور جوانمردی کے آگے پہاڑ پانی ہو جائے)

جب کوئی بلا کا خوگر ہو جاتا ہے تو بلائیں اس کے لئے عیش بن جاتی ہیں۔ اسی ہمت کی بلندی سے یہ ہو سکتا ہے کہ دریا کو گھونٹ جائے اور اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں۔ اسی کو کسی نے کہا ہے ؎

ہر بلائے کہ جاں نماید از و

گر یکے در ہزار شاید از و!

(ہر وہ بلا جو اس کے سامنے آتی ہے اگر وہ ایک بلا ہوتی تو ایسی ہزاروں بلا کی طلب اسے رہتی)

اے برادر! توحید کی راہ میں جو کہ مردان خدا کا دین ہے ایک سمندر محیط ہے یہاں علم و عقل سب غرقاب ہیں یہاں لکھاوے تو کہاں سے اور کہا جاوے تو کہاں سے۔ اس سمندر میں جو غرق ہو گیا وہ عالم حیرت میں ڈوب گیا ؎

قطرۂ گو غرق در دریا بود

ہر دو کونش جز خدا سودا بود

(قطرہ جب دریا میں گم ہو گیا سوائے خدا کے دونوں جہان میں اس کے لئے دیوانگی بن گئی)

ایک عزیز نے یہ کیا خوب کہا ہے ؎

شبے در خود نگہ کردم جمال کبریا دیدم
پس از خود چوں بروں رفتم ہمہ ملک بقا دیدم
مرا در عالم ناسوت چشم عقل بود آگہ
چو در لاہوت پیوستم چہ گویم تا چہا دیدم
محیطے یافتم کز وے یکے قطرہ است نفس کل
شدم در حضرت کانجا ہمہ شاہاں گدا دیدم
تجلی کرد نور قدس اندر دیدۂ باطن ؎
نظر در ہر چہ می کردم ہمہ عالم خدا دیدم!
نہ من بے او نہ او بے من خود او را من دو چوں گویم
کہ در دینِ یکے گویاں دو گفتن ناروا دیدم ؎
انا الحق گفتم آنجا من طفیلی شد ہمی گویم
ولے با آں ہم خود را طفیل مصطفی دیدم
بگو با من چہ دیں داری خوشم با دیں توحیدش
ہمیں دیں بر صواب آمد دگر دینہا خطا دیدم

(ایک رات جب اپنے اندر نظر کی تو جمال کبریا دیکھا اور جب اپنے آپ سے باہر آئے تو سارے عالم کو ملک بقا دیکھا۔ عالم ناسوت میں میری عقل کی آنکھ آگاہ ہوئی اور جب لاہوت میں پہنچے تو کیا کہوں کیا دیکھا۔ ایک ایسا محیط سمندر پایا کہ جس کا ایک قطرہ کل کائنات ہے۔ ایسی بارگاہ میں پہنچے جہاں تمام بادشاہوں کی بشکل گدا دیکھا۔ میرے دیدۂ باطن میں نور قدس کی ایسی تجلی ہوئی کہ جس چیز پر بھی نظر کی سارا عالم خدا ہی خدا دیکھا۔ نہ میں بغیر اس کے اور نہ وہ بغیر میرے خود اسکو پھر دو کیسے کہوں۔ اہل توحید کے دین میں دو کہنا ناروا ہے۔ یہی میں کہتا ہوں کہ جب میں نے انا الحق کہا تو وہاں میں طفیلی ہوا لیکن اس کے ساتھ ساتھ خود کو طفیلی مصطفی دیکھا۔ کہئے کہ تمہارا یہ کون سا دین ہے میں اس کی توحید کے دین سے خوش ہوں۔ یہی دین صحیح دین ہے بقیہ تمام دین کو میں نے خطا دیکھا)

اے برادر! رحمتی وسعت کل شئ کا فیض جس قدر اپنے اندر زیادہ دیکھئے اسی قدر عاجزی و نیازمندی اور کمتری پیش کیجئے اور سب کچھ کو اس کی جانب سے سمجھئے اپنے عمل کا ثمرہ نہیں سمجھئے۔

هر هدیه که داری اے تو درویش
آں هدیه حق شمر نه کدیه خویش

(اے درویش جس قدر نوازش کا تحفہ تجھے ملا ہے اس کو اس کی عطا سمجھ اپنے عمل کا ثمرہ نہ جان)

تاکہ سلامتی کے ساتھ گذر جائے اور چوٹ نہ کھائے ایک عزیز نے کہا ہے ؎

عزت چو او را شاید بے ہیچ شکے سالک
در ہر دو جہاں ما را جز خوار نیابد بود

(اے سالک! عزت تو اسی رب العزت کے شایان شان ہے ہمارے لئے تو دونوں جہاں میں خواری اور ذلت ہی ہے)

هر کس که ذلیل کرد خود را
اندر نظرش همو خلیل است

(جس نے خود کو ذلیل کرلیا وہی اس کی نظر میں اس کا دوست ہے)

عاشق ز برائے عز معشوق
در دنیا و آخرت ذلیل است

(عاشق معشوق کی عزت کے لئے دنیا و آخرت میں ذلیل ہے)

اس راہ میں ایک شرط قناعت ہے جسے قناعت حاصل نہیں اسے بازار کی زندگی بسر کرنی چاہئے اس کو ان باتوں سے کیا سروکار۔ کہا گیا ہے کہ قناعت ایک ایسا ملک ہے جس سے بڑا اور کوئی دوسرا ملک نہیں۔

ہیچ کس را در میان بحر و بر
از قناعت نیست ملکے بیشتر

(اس خشک و تر میں کسی کے لئے قناعت سے بڑھ کر کوئی ملک نہیں ہے)

ہر کہ در راہ قناعت مرد شد
ملک دنیا بر دل او سرد شد

(جو اس راہ قناعت میں مرد ہو گیا ساری دنیا اور اس کی بادشاہت اس کے دل پر سرد ہو گئی)

جہاں تک ممکن ہو حقوق کی رعایت شرط ہے تاکہ سلامتی سے راہ طے ہو۔ عقل کا نادر طریقہ سیدھی راہ اختیار کرنا ہے سچ بولنے اور سیدھی راہ چلنے میں بلاشبہ ترقی ہوتی ہے کسی طرح کا نقصان نہیں ہوتا۔ کیا یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ جو سیدھی راہ اختیار کرتے ہیں وہی منزل تک پہنچتے ہیں۔ اسی بات کو کسی نے کہا ہے ؎

ہر کہ در راہ محمد رہ نیافت   تا ابد گردی ازیں در گہ نیافت
دولت اینجا جو و دیں اینجا طلب   مرجع اہل یقین اینجا طلب

(جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ نہیں پائی وہ اگر قیامت تک تلاش و جستجو میں گھومتا رہے اس بارگاہ کو نہیں پا سکتا۔ دین کی طلب ہے تو یہیں تلاش کرو، دولت چاہتے ہو تو یہیں ڈھونڈو۔ اگر ارباب یقین کے مرجع کی تلاش ہے تو وہ بھی یہیں ہے۔ یعنی دین و دولت آپ ہی کی پیروی اور اتباع سے حاصل ہو سکتی ہے)

اے برادر! وہ جو نقل ہے کہ کچھ لوگ سکر اور غلبۂ حال سے کسی مقام پر پہنچ گئے اور اسی پر نازاں ہو گئے ہیں۔ لیکن اس گروہ صوفیا کی پسندیدہ روش یہ ہے کہ توحید کے رموز کی پردہ داری کے ساتھ اتباع شریعت پر قایم رہنا چاہئے توحید کے اسرار کو کھولنا حلال نہیں۔

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم کو دوست بنالے گا) یہ آیۃ اسی قول کی تائید میں ہے)

کسی عزیز نے کہا ہے ؎

او دلیل تو بس تو راہ مجوی   او زبان تو بس تو یاوہ مگوی
ہر چہ او گفت راز مطلق داں   ہر چہ او کرد کردۂ حق داں
خاک او باش بادشاہی کن   آن او باش ہر چہ خواہی کن
ہر کہ چوں خاک نیست بر در او   گر فرشتہ است خاک بر سر او

(حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے چراغ راہ ہیں اس راہ کے علاوہ کوئی دوسری راہ مت تلاش کرو۔ وہی تمہاری زبان پر ہوں اس کے علاوہ بکواس نہ کرو۔ جو کچھ آپ نے فرمایا اس کو اللہ کا رمز خاص جانو۔ اور جو آپ کا اسوۂ حسنہ ہے اس کو خدا کا فعل سمجھو۔ ان کی گلی کی خاک بن جاؤ اور بادشاہی کرو۔ ان ہی کے ہو جاؤ اور جو چاہو کرتے رہو۔ جو شخص آپ کے در کی خاک نہیں بنا اس کے سر پر خاک ڈال دو اگرچہ فرشتہ ہی کیوں نہ ہو)

کچھ نااہل اپنی جہالت اور نفس پرستی سے یہ خیال فاسد کر لیتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش اختیار کرنے کی ضرورت نہیں اور ان کی راہ پر نہیں چلتے ایسے لوگوں کی قسمت میں ان کی باتیں کہاں پہنچتیں۔ بغیر رہبر کے راہ چلنا محال ہے ؎

کور ہرگز کے تو اند رفت راست   بے عصا کش کور را رفتن خطاست

راہ دور است و پر آفت اے پسر   راہ رو را می بباید راہ بر

(اندھا کب سیدھی راہ چل سکتا ہے لاٹھی پکڑ کر چلانے والے کے بغیر اندھے کا چلنا غلطی ہے۔ اے عزیز۔ راہ دور ہے اور آفت سے بھری ہوئی ہے راستہ چلنے والے کے لئے ایک رہبر کی ضرورت ہے)

آپ کے خط میں بہت ساری قیمتی باتیں تھیں جب قصہ طویل ہے تو اختتام کو کب پہنچ سکتا ہے ؎

شب رفت و حدیث ما بپایاں نرسید
شب را چہ گنہ حدیث ما بود دراز

(رات ختم ہوگئی میری باتیں ابھی پوری نہیں ہوئیں اس میں رات کا کیا قصور۔ میرا قصہ ہی طویل ہے۔)

جس قدر آپ کو لکھا گیا ہے انشاء اللہ اسی سے غرض پوری ہو جائے گی۔ جیسا کہ یہ مقولہ ہے ہر جا کہ کس است حرفے بس است۔ اہل کے لئے ایک حرف ہی کافی ہے۔

مکتوب ۔ ۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر امام مظفر سلام و دعائے فقیر حقیر شرف یحییٰ منیری مطالعہ کیجئے۔ واضح ہو کہ دل آپ کی جانب لگا ہوا تھا کہ کاموں میں کہیں رکاوٹ ہوئی یا کوئی خلل پڑا یا کوئی مصروفیت ہے جب آپ کا تکیف سے بھرا ہوا تفصیلی خط آیا۔ پڑھا اللہ کا شکر ہے کہ سب خیر و عافیت ہے اور تمام احوال اس فقیر کی خواہش کے موافق ہیں آپ نے اپنے دیکھنے اور سننے کے بارے میں کچھ باتیں لکھی ہیں تمام علامتیں اور معانی روندگان راہ اور سالکان بارگاہ الہٰ کے طور و طریقہ پر ہیں الحمد للہ علیٰ ذالک۔ امید ہے کہ اس راہ میں آپکے تمام کام ٹھیک اور درست ہوں گے۔ روز بروز ترقی اور افزونی ہوتی جائے گی۔ ہاں اس راہ کے چلنے والوں کو طرح طرح کے امتحانات پیش آتے ہیں۔ جس کو وہ لوگ کشف و کرامت کہتے ہیں آپ ہرگز اس کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اپنی ہمت بلند سے ان سب کو بت و زنار سمجھئے اور ماذاغ البصر وما طغی (نہ نظر بہکی اور نہ دھوکا کھایا) کو فراموش نہ کیجئے۔ آپ پر دوسری ہی راہ کھولی گئی ہے۔ اَلحَمدُ لِلّٰہ۔ عالم ملکوت کے عجائب و غرائب ظاہر ہوں گے ایسے کہ جس کا بار زمین و آسمان نہیں اٹھا سکتا مگر دل۔ اور یقیناً رستم کا بوجھ رستم ہی کا گھوڑا اٹھا سکتا ہے دل قوی رکھئے۔ سب کو گھونٹ جایئے اور ھل من مزید (اور ملے اور ملے) کا نعرہ لگاتے رہئے طالب کا یہی کام ہے اس میں کسی طرح کا خوف نہ ہو۔ ہاں! یہ قیاس غالب ہے کہ مغلوب ہو جائیں لیکن ہلاکت نہیں ہے۔

وہ سارے انوار جو زمین کی طرف سے ظاہر ہوں اور سامنے آئیں وہ سب سفلی اور ملکی ہیں اور جو آسمان کی جانب سے ظاہر ہوں وہ سب علوی اور ملکوتی ہیں یہ ملک سے ملکوت کی طرف ترقی ہے۔

آپنے جو آفتاب اور ماہتاب کو کامل دیکھا ہے وہ دراصل دل ہے جو منور ہو چکا ہے شکر ادا کیجئے کہ بشریت کی تاریکیوں سے گذر چکے انشاء اللہ اور بھی کتنا گذر جائیں گے اور اس سے

گذر کر صحرائے دل میں پہنچ جائیں گے۔ گردشس مکمل ہو گئی اور اب روشن سامنے آ گئی۔

اور یہ جو دیکھا ہے کہ غسل کر رہے ہیں۔ اس کو بہت بڑا اور قوی کام سمجھئے اس کے فوائد آپ کے مشاہدہ میں آ گئے ہیں۔ ذکر کی مشغولی میں کسی طرح کسی وجہ سے بھی کمی نہ آنے پائے اگر ذکر سے مذکور میں مشغولی حاصل ہو جائے تو اسے بہت بڑی دولت سمجھئے اور غنیمت جانئے ذاکر کے لئے اصل کام بھوکا رہنا ہے جتنا زیادہ پیٹ خالی رہے گا اتنا ہی زیادہ ذوق پیدا ہوگا اور ذکر کے فوائد غالب تر و زیادہ تر ہوں گے اگر طے کا روزہ رکھئے اور اس میں کوتاہی نہ کیجئے تو بہت بہتر ہے جسم کے کمزور ہونے سے ہرگز خوفزدہ نہ ہوں۔

اے برادر! فاقہ کرنے کے فواید اس قدر ہیں کہ احاطہ تحریر و تقریر میں نہیں آسکتے اور یہ بات صرف بھوکے رہنے ہی سے حاصل ہوتی ہے اِنشاء اللہ اس کا معائنہ کرلیں گے۔

(آپنے لکھا ہے کہ) اس زمانہ میں شرح آداب المریدین کے مطالعہ کی طاقت نہیں۔ زاہد کو بھی یہی حال پیش آیا تھا قرینہ تھا کہ ہلاک ہو جائے۔

اے برادر! یہ زمانہ کچھ اور ہی مطالعہ کا ہے اِنشاء اللہ اس کے بعد دوسرا مطالعہ شروع ہوگا۔ اور مفہوم بھی دوسرا ہی ہوگا۔ اس (کتاب) کا لوازں حصہ محمد قلندر لے گئے ہیں، اِنشاء اللہ آپ تک پہنچ جائے گا۔

آپنے لکھا ہے کہ خواجہ خضر کو دیکھا کہ ان کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔" شکرانہ ادا کیجئے کیونکہ یہ خوشخبری ہے اس بات کی کہ آپ کا کام درست طور پر ہو رہا ہے۔ آپنے شیطان کے شر اور نفس کے مکر کے خوف کو لکھا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ آپ اس عالم میں ہیں اور اس کے کام سے آشنا ہیں جہاں شیطان کے دست رس اور نفس کے مکر کی آپ کو شناخت ہو چکی ہے۔ تشویش کی کوئی بات نہیں ہے اس کے باوجود موذتین کے پڑھنے کو اپنا معمول بنا لیجئے۔

آپنے لکھا ہے کہ ایسی خوشبو پاتا ہوں جس کی عالم محسوس میں مثال نہیں ملتی۔

اے بھائی۔ وہ خوشبو ملکوتی ہے اس کی مثال اس عالم محسوس میں کہاں مِل سکتی ہے

خط جلدی میں لکھ رہا ہوں اس لئے زیادہ تفصیل سے نہیں لکھا گیا ہے۔

والسلام

مکتوب ۱۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام مظفر[۱]! معلوم ہو کہ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ (اے اللہ تو جسے دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا)

چوں نیستی تو شد محقق — خیزد ہمہ نعرۂ انا الحق!

اینجاست نہایت طریقت — این ست خلاصۂ حقیقت

(جب تمہاری نیستی یقینی ہو گئی تو انا الحق کا نعرہ شروع ہو گیا۔ یہی طریقت کی انتہا ہے اور یہی حقیقت کا خلاصہ ہے)

آپ کے خط کے جملہ مضامین پڑھے گئے قاضی زاہد بھی موجود تھے۔ انہوں نے بھی پڑھا ہوشیار رہیں اور خبردار بھی۔ اگر کسی کو تماشوں اور نمائشوں میں ٹھہراؤ ہو گیا تو افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ اسے پیش آجائے گا۔ وہ لا کے دائرہ میں الا اللہ کے دربان کی قید میں مقید ہو جائے گا اور معلوم ہے کہ الا اللہ کے در کا پہرہ دار کون ہے وہی جسے ابلیس کہتے ہیں سنئے وہ کیا کہتا ہے ؎

معشوق مرا گفت نشین بر در من

مگذار درون ہر کہ ندارد سرِ من

(معشوق نے مجھے کہا ہے کہ میرے در پر بیٹھا رہ پہرہ داری کر اسے اندر نہ آنے دے جس کے سر میں میرا سودا نہ ہو)

---

[۱] یہ مکتوب قدرے فرق کے ساتھ اور کچھ اختصار کے ساتھ مکتوبات دوصدی مطبوعہ شرف پریس ص ۹۸ جلد دوم میں بھی موجود ہے اور اس کا مکتوب نمبر ۱۴۰ ہے۔ مترجم

اے برادر! مشکل ترین گھاٹیوں کو پار کرنے کے بعد عالم ملکوت کی سیر میں اکثر کی راہ ماری گئی ہے اور ان کو یہ غلط فہمی ہے کہ مقصود تک مجھے راہ مل گئی ہے۔

اسی کو کسی نے کہا ہے ؎

افگندہ دلم رخت بمنزل گاہے | کانجا نبرد بصد دلیل آن راہے
چوں من دو ہزار عاشق اندر ماہے | میکشتہ شوند کہ برنیاید آہے

(میرے دل نے سامان سفر ایسی منزل میں رکھا جہاں سینکڑوں نشانیوں کے باوجود راہ نہیں ملتی۔ مجھ جیسے ہزاروں عشاق اس ایک چاند کے اندر مارے گئے ہیں اور اس طرح کہ ایک آہ بھی نہیں کر سکے)

لیکن اہل ہمت اور عرفا مکتب ہی میں مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کی تختی کی مشق کر چکے ہیں۔ ملک و ملکوت ایسوں کو کب قید کر سکتے ہیں۔

منزل ہمتم بعالم قدس
کہ قدم گاہ جبرئیل بود

(میری ہمت کی منزل وہ عالم پاک ہے جہاں جبرئیل بھی قدم نہیں رکھتے)

سُبحان اللہ! اس ہجراں زدہ کے سردار کے کام کو دیکھئے اور سُنیئے۔ زادالارواح میں ہے وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بعض اگلی کتابوں میں پڑھا ہے کہ شیطان نے طور کے پاس موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی۔ حضرت موسیٰ نے اس سے کہا تو نے یہ کیا کیا جو آدم کو سجدہ نہیں کیا۔ ابلیس نے کہا محبت کے دعویٰ سے لوٹ جانا ہوتا۔ آپ کی طرح ہونا مجھے پسند نہیں آیا۔ دعویٰ تو اس کی محبت کا کروں اور سجدہ اس کے علاوہ کسی اور کو ہو۔ دعویٰ محبت میں جھوٹا بننے کے مقابلہ میں مَیں نے سزا قبول کر لی۔ آپ نے محبت کا دعویٰ کیا تھا اس نے آپ سے کہا تم پہاڑ کی طرف دیکھو اسی جگہ ٹھہرے رہو۔ عنقریب مجھے دیکھ لو گے۔ آپ دیکھتے رہے اگر آپ پہاڑ کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتے تو یقیناً اسے دیکھ لیتے۔

اہل ذوق اور اہل محبت کی نگاہیں ایسے ہی کاموں اور اسرار و رموز پر رہا کرتی ہیں۔ چنانچہ عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم کیا جانو ابلیس کون ہے۔

جبرئیل صفت ہونا چاہیئے کہ اس کے کاموں پر دزدیدہ نظر رکھیں اسی کو کسی نے کہا ہے ؎

سر نافت آں رہ رو از سجدۂ غیر او گر مرد رہ او ای کم ز انش نباید بود

(اس راہ روِ نے غیر کے سجدہ کرنے سے رُخ پھیر لیا اگر تم اس کی راہ کے روندہ ہو تو اس سے کم نہیں ہونا چاہیئے)

ایک دفعہ اہل حیرت میں سے کسی نے اپنا دل مانگا ان کے باطن میں جواب ملا۔ اے جھوٹے دعویدار یا مجھے چاہو یا اپنا دل طلب کرو۔

یک را دو مزن بدیں ظریفے
یک یک برخوان اگر حریفے

(اپنی ستم ظریفی سے ایک کو دو نہ کہو ایک کو ایک ہی کہو اگر تم جانتے ہو)

اے برادر! اور یہ جو قول ہے کہ مَن مُنِعَ عن النظرِ یتسلّی بالاثر (جسے دیدار حاصل نہیں اسے اس کی نشانیوں ہی سے تسلّی ہوتی ہے) اور یہ اس صورت میں ہے کہ محبوب پردہ میں ہو اگر محبوب بے نقاب ہے اور سامنے ہے تو نشانیوں پر نظر رکھنا ظلم و جفا ہے ؎

چوں بود دیدار یوسف ما حضر
در نیاید ہیچ پیوندے دگر !!

(جب یوسف کا دیدار حاصل ہے تو یہاں کسی پیوند کی گنجائش نہیں)

اصحاب محبت اچھی طرح جانتے ہیں کہ عالم محبت میں کیا کیا گذرتی ہے۔ جب یوسف علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کی نگاہوں سے غائب ہو گئے تو ان کی آنکھوں کی بینائی بھی غائب ہو گئی۔ جب یوسف علیہ السلام نظروں سے اوجھل ہو گئے تو برادران یوسف بھی نظر نہیں آنے لگے اور جب یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی بو مل گئی تو ان کی بینائی بھی واپس آ گئی۔

ہر کہ او را یوسف گم کردہ نیست
گرچہ ایماں آوردہ آوردہ نیست

(جس کے پاس یوسف گم کردہ نہیں ہے اگرچہ اس کے پاس ایمان ہے مگر وہ ایمان کا اہل نہیں ہے)

فخر الدین جو خط لائے تھے اس میں لکھا تھا قَالَ النّبیُّ صَلّی اللہُ علیہ وَسَلَّم

خَلَقَ اللّٰہُ الخلق من ظلمۃ ثُمَّ رش علیہ من نورہٖ (فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو تاریکی سے پیدا کیا پھر اس پر اپنا نور پھیلا دیا) اے برادر اس حدیث کی رو سے تمام مخلوقات کی پیدائش تاریکی سے ہوئی رش علیہ من نورہٖ اس پر اللہ کے نور کی بارش ہو گئی ہر شخص نے اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق اقتباس نور کیا اور منور ہو گیا۔ اس معنوی اعتبار سے تمام مخلوقات جمال باری تعالیٰ کے نور کے ذرات ہیں ہر وہ نور جو مخلوقات میں ہے اللہ تعالیٰ کے نور جمال سے مستعار ہے اللہ نور السموات والارض (اللہ ہی زمین و آسمان کا نور ہے۔ مولانا روم کہتے ہیں ؎

ماہ رویانِ جہاں از حسن ماد زدیدہ اند
ذرہ دزدیدہ انداز حسن واز احسان من

عاقبت ایں ماہ رویاں کاہ رویاں می شوند
حال دزداں ایں بود از حضرت سلطان من

روز شد اے خاکیاں دزدیدہ باز آرد کنید
خاک را نور از کجا حسن از کجا اے جان من

(سارے جہاں کے ماہوشوں نے میرے حسن کے ذرے لئے ہیں میرے حسن اور میرے احسان کا ایک ذرہ چرا لیا ہے۔ آخر کار چاند سے چہرہ والوں کا چہرہ تنکے کے جیسا ہو جائے گا کیونکہ میری بارگاہ میں چوروں کا یہی حال ہوتا ہے — اے خاک کے پتلے! صبح ہو گئی، چوری کا مال واپس کرو۔ اے جان من! خاک کے پاس نور کہاں سے اور حسن کہاں سے آیا)

مسلمان اور ہیں مسلمانی کچھ اور ہے تمام منافقین ظاہر میں مسلمان تھے جب ندا ہو گئی اور ظاہر کر دیئے گئے تو کافروں کے ساتھ قرار دیدیئے گئے تمام منافقین ظاہر میں مسلمان تھے جب اعلان ہو گیا اور ظاہر کر دیئے گئے تو کافروں کے ساتھ قرار دیدیئے گئے اسی کو کسی نے کہا ہے ؎

سالکا اسلام گر آساں بودے
ہر کسے چوں شبلی وادہم بودے

(اے سالک! اسلام اگر اتنا ہی آسان ہوتا تو ہر شخص شبلی و ادہم ہو جاتا)

تا نگردی تو مسلماں از دروں

کے توانی شد مسلماں از بروں

(جب تک تم باطن میں مسلمان نہیں ہوتے ظاہر میں کیسے مسلمان ہو سکتے ہو)

ایک دن ابلیس نے منصور حلاج سے سوال کیا اے منصور ابلیس نے ایک بار انا کہا وہ مردود بارگاہ ہو گیا اور منصور دن بھر میں ہزار بار انا کہتا رہا وہ مقرب بنتا گیا۔ آخر اُس انا اور اس انا میں کیا فرق ہے۔ خواجہ منصور نے جواب دیا ابلیس نے انا کا لگاؤ اپنی ذات سے کیا اور منصور نے انا کی اضافت خدا کے ساتھ کی۔ منصور اسی انا سے مقرب ہوئے اور ابلیس اپنی اُس انانیت سے مردود ہوا۔ اسی کو کسی نے کہا ہے ؎

گفت فرعونے انا الحق گشت پست   گفت منصورے انا الحق او برست

آں انا را لعنۃ اللہ در عقب   ویں انا را رحمۃ اللہ ایں عجب

(فرعون نے انا الحق کہا ذلیل و خوار ہوا منصور نے انا الحق کہا اور مقام قرب میں پہنچ گئے اس انا کے پیچھے خدا کی لعنت تھی اور اس انا کے ساتھ اللہ کی رحمت تھی)

یہ بہت بڑی سعادت سمجھے کہ عاشق خود کو معشوق میں گم کر دے۔ جو کچھ کہے وہ دوست کی زبان سے کہے اور جو بھی سنے وہ معشوق کے کان سے سنے اس کا ہر فعل و عمل معشوق کا فعل و عمل ہو ؎

کارے کہ کنی تو در میاں نہ ای

آں کردۂ حق بود یقیں داں

(تم سے جو فعل بھی صادر ہو خود کو درمیان میں نہ دیکھو وہ حق سبحانہ تعالیٰ کا فعل ہے اس پر یقین رکھو۔

مکتوب — ۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر اعز امام مظفر کاتب حروف شرف یحیٰ منیری کا سلام و دعا مطالعہ کیجئے۔ فرید آپ کا خط لائے۔ میں نے پڑھا۔

اے برادر! لکھنا اور بولنا یہ سب پردہ کے باہر ہے پردہ کے اندر نہیں۔ قطعہ

اسرار ازل طعمۂ ابدال شود	ایں جملہ قال وقیل پامال شود
ہم مفتی شرع راجگر خوں گردد	ہم قاضی عقل راز باں لال شود

(ازل کے اسرار ابدال کے حصہ میں آتے ہیں یہ سارے قیل وقال یہاں پامال ہوتے ہیں یہاں شریعت کے مفتی کا جگر خون ہوتا ہے اور عقل کے قاضی کی زبان گنگ ہوتی ہے) اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ طریقت وحقیقت کے اصول وقوانین سے آگاہ ہو چکے ہیں اب آپ کو خط لکھنے کی اتنی زیادہ ضرورت نہیں ہے۔

رہبرت اول ارچہ یاد بود
رسد آنجا کہ یاد باد بود!

(ابتدا میں یاد کی رہبری ہوتی ہے پھر وہاں پہنچ جاتا ہے جہاں یاد ہوا ہو جاتی ہے)

اس کے باوجود آپ کی مشغولی اور کاروبار میں اگر کوئی اہم بات آجائے تو اسے لکھا کیجئے جس کا جواب ضروری ہوگا لکھا جائے گا۔ میری جانب سے اسی قدر وصیت ہے کہ جب حق تک رسائی ہوگئی تو اس پر قایم رہئے۔ والسلام

مکتوب — ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کا خط پڑھا جملہ مضامین خیر ہی خیر ہیں اللہ تعالیٰ خیر ہی رکھے۔ مبارک ہو۔ لیکن ہوشیار رہنا چاہئے خواجہ ابویزید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے اپنے نفس کو اس سے نکالا جیسا کہ سانپ اپنی جلد سے نکلتا ہے پھر میں نے نظر کی، تو میں وہ تھا، پھر انہیں یعنی گویا کہ وہ ہے حقیقت میں وہ نہیں، ہمارے قول ھو (وہ ہے) اور ہمارے قول کا نہ ھو (گویا کہ وہ ہے) کے درمیان فرق ہے، جیسا کہ شاعر کبھی کہتا ہے کانی من اھوی (گویا کہ میں وہ ہوں جس کو چاہتا ہوں۔ اور کبھی کہتا ہے انا من اھوی (میں وہ ہوں جس کو چاہتا ہوں) اور یہ پھسلنے کی قدیم جگہ ہے کیونکہ جس کا قدم معقولات میں جما ہوا نہ ہو بسا اوقات وہ ایک کو دوسرے سے تمیز نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے کمال ذات پر نظر ڈالتا ہے حالانکہ وہ حق کے زیور سے آراستہ ہوتا ہے جو اس کی ذات میں چمکتا ہے تو وہ گمان کرتا ہے کہ وہ وہ ہے اور وہ کہہ اٹھتا ہے انا الحق (میں حق ہوں) حالانکہ وہ غلط ہے نصاریٰ کی غلطی کی طرح، جیسا کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی ذات میں دیکھا۔ تو انہوں نے کہدیا ھو الالٰہ (وہ الٰہ ہیں) جب کہ اتحاد کا اطلاق ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے ھو ھو (وہ وہ ہے) ایسا محض توسع اور جواز کے طریقہ پر ہوتا ہے وہ صوفیہ اور شعراء کی عبارات سے مناسبت رکھتا ہے کیونکہ وہ لوگ کلام کے افہام و تفہیم کے مواقع پر تحسین کے لئے استعارہ کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے انا من اھوی و من اھوی انا (میں ہوں جس کو میں چاہتا ہوں اور جس کو میں چاہتا ہوں، میں ہوں) یہ بات شاعر کے نزدیک بطور تاویل کے ہے کیونکہ وہ حتمی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ حقیقت میں وہ وہ ہے بلکہ گویا کہ وہ وہ ہے کیونکہ وہ ان کے نزدیک اس میں ڈوبا ہوا ہے جیسا کہ وہ اپنی ذات میں ڈوبا ہوا ہے، ایسی حالت کو جواز و وسعت کے طور پر اتحاد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

خواجہ سنائی رحمۃ اللہ علیہ کی رباعی ہے ؎

وصف او زیرِ علم بیروں نیست — ہرچہ در چشمت آیدان او نیست

آنچہ نزد تو پیش ازاں رہ نیست — غایت فہم تست اللہ نیست

(اس کے صفات علم سے باہر نہیں ہیں جو کچھ تمہاری نگاہ میں آئے وہ وہ نہیں ہے۔ جو کچھ تم کو حاصل ہے اس سے آگے کوئی راہ نہیں ایسا سمجھنا تمہاری عقل کا پھیر ہے۔ اللہ کی حقیقت وہ نہیں ہے)

یہ ساری باتیں امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شرح اسماء الحسنی میں تحریر فرمادیا ہے کہتے ہیں حق بمقابلہ باطل ہے۔ اشیا اپنے اضداد سے پہچانی جاتی ہیں۔ جس چیز کی بھی تعبیر کی جائے گی وہ یا تو مطلق باطل ہو گی یا مطلق حق۔ اور یا تو ایک جہت سے حق اور ایک جہت سے باطل ہو گی اس لئے جو شئے بذاتہ ممتنع ہے وہ مطلق باطل ہو گی اور جو واجب بذاتہ وہ حق مطلق ہو گا اور ممکن بذاتہ ایک جہت سے حق اور ایک جہت سے باطل ہے اپنی ذات کے اعتبار سے اس کا کوئی وجود نہیں ہو گا اس لئے وہ باطل قرار پایا اور اپنے غیر کے اعتبار سے وہ وجود سے مستفید ہو رہا ہے تو وہ جس جہت سے مستفید الوجود ہو گا موجود کہا جائے گا تو اس جہت سے وہ حق ہوا اور اپنے نفس کے اعتبار سے باطل اور ہالک ہوا۔ ازل سے ابد تک۔ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے وجود کا مستحق نہیں ہے اور غیر کے اعتبار سے وجود کا سزاوار ہے تو وہ اپنی ذات کے اعتبار سے باطل اور اپنے غیر کے اعتبار سے حق کہا جائے گا اب یہ بات معلوم ہو گئی کہ حق مطلق ہی موجود حقیقی ہے اپنی ذات کی جہت سے جس سے ہر شئے موجود ہے۔

تنبیہ:۔ اس اسم (موجود) سے بندے کا حصہ یہ ہے کہ اپنے نفس کو باطل سمجھے اور ماسوی اللہ کو حق نہ سمجھے اور خود بندہ اگرچہ حق ہے بذریعہ ذاتِ خداوندی ہے کیونکہ وہ اسی (اللہ جل شانہ) کی وجہ سے موجود ہے اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں بلکہ اپنی ذات کے اعتبار سے تو باطل ہے۔

اے برادر! جب آپ کو من عرف اللہ طال لسانہ کی کیفیت حاصل ہے تو چاہئے کہ گفت و شنید میں قانون اور اصول کا خاص خیال رکھا جائے جب تک علم و عقل باقی ہے گفتگو قانون اور اصول سے تجاوز نہ کرے۔ اسی بنا پر لکھا گیا ہے مطالعہ کیجئے والسلام

مکتوب ــــ ۲۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا امام مظفر! نفس کا فر پر فتحیابی حاصل ہو۔ بحرمت النبی و الہ الامجاد۔ کاتب حروف شرف یحییٰ منیری کا سلام و دعا مطالعہ کیجئے۔

آپ کا خط جس میں چند گرانقدر باتیں تھیں مولانا تقی کے جانے کے بعد ملا پڑھا ساری کیفیتیں معلوم ہوئیں۔

اے برادر! حدوث کی آلودگی کے ساتھ دعوی قدس و طہارت۔ دعوی قدوسیت و طہارت تو صرف اللہ کے لئے ہے۔ ہمارے عالم میں ممتنع الوجود ہے تو یقین کے ساتھ یہ جاننا چاہئے کہ حدوث کی آلودگی وعیب سے پاکی یا تو قدم میں ہے یا عدم میں۔ یہاں پر وہی بات سامنے آتی ہے۔ جو ایک عارف نے کہی ہے لَا تَعُدُّ مَا لَا وُجُودَ لَہٗ وہ شمار ہی میں نہیں آتا جس کا وجود ہی نہیں اور محدث کو جب قِدم کی جانب راہ نہیں تو عدم ہوگا ے

چوں قدس خدائے لایزال است	پس دم زدنی کرا مجال است
دعوی کمال مر بشر را	در عالم قدس او محال است
بالوث حدوث دعوی قدس	ہر کس کہ کند از وضلال است

(جب خدا کی قدوسیت لایزال ہے تو کس کی مجال ہے کہ دم مارے۔ بشر کے لئے دعوی کمال اس کے عالم قدس میں محال ہے۔ حدوث کی آلودگی کے ساتھ پاکی اور طہارت کا دعوی جو بھی کرے وہ صریح گمراہی ہے)

آدمی اپنی استعداد اور قبولیت کی قابلیت سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور استعداد و قابلیت ازل ہی میں تقسیم ہو چکی ہے بندہ کی کوشش سے اتنا ہی ظاہر ہوگا جتنا اس کی مقدر میں حصہ مل چکا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ اس کے علاوہ کیا چارہ ہے۔

اے بھائی! بزرگوں کی یہ دعا رہی ہے اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ (اے اللہ جو

تو نے عطا کیا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا)

اللہ تعالیٰ نے بندہ کو جو مرتبہ اور مقام دنیا اور عقبیٰ میں دے رکھا ہے اگر اٹھارہ ہزار عالم جمع ہو جائیں جب بھی اس کو روک نہیں سکتے۔ کامل اعتقاد رکھئے، خوفزدہ نہ ہوں۔ اگر کونین کی ساری دولت آپ کے در پر ڈال دی جائے تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ میرا قصّہ تو بہت طویل ہے سب جانتے ہیں اسے کیا لکھوں۔

اپنی مشغولی اور اعمال میں صادق رہئے، شرع شریف کے حکم کے مطابق جدوجہد کرتے رہیے اور اس آیۃ کریمہ میں غور وفکر کیجئے قُل اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللّٰہ فَاتَّبِعُونِی یُحبِبکُمُ اللّٰہ وَیَغفِر لَکُم ذُنُوبَکُم۔

(کہہ دیجئے اگر تم سب اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم کو دوست بنائے گا اور اللہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا)

خیال است اینکہ بے شرع وطریقت کشایندت ہمی راہ حقیقت
طریقت بے شریعت نیست حاصل حقیقت بے طریقت نیست واصل

(یہ ایک خیال ہی ہے کہ بغیر شریعت وطریقت کے حقیقت کی راہ کھول دی جائے گی۔ طریقت بغیر شریعت کی پابندی کے حاصل نہیں ہوتی حقیقت بغیر طریقت کے مل نہیں سکتی)

شریعت طریقت اور حقیقت یہ تینوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں کوئی بھی انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتا۔

عاقبت وخاتمت انشاء اللہ بخیر ہوگی

والسلام

مکتوب — ۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر اعز، امام مظفر اللہ تعالیٰ آپ کو محبت کی عزت سے سرفراز فرمائے۔ کاتب حروف

شرف منیری کا سلام و دعاء
آپ کا خط اہم ترین مضامین پر مشتمل ملا۔ پڑھا۔ مقصود کی اطلاع ملی۔ بحمد اللہ۔ آپ پر شکر واجب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی خودی اور نفس کو آپ پر واضح کر دیا اور دکھا دیا تھا کہ اس سے کلیتاً نکل آئیں بیزار ہو جائیں اور اسے اپنا دشمن بنا لیں۔ اپنی خودی سے نکل آنا اور اپنے نفس کو دشمن بنا لینا یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی خوشخبری ہے اور فتح و کشاد کی دلیل ہے مردان راہ میں سے تمام مردوں کو ابتدا میں یہی حال پیش آیا ہے اور شروع میں ان کو ان کی خودی دکھا دی گئی ہے یعنی ان کی حقیقت جیسی کہ ہے ظاہر کر دی گئی یہاں تک کہ وہ اپنی خودی سے نکل آئے اور اللہ تعالیٰ کے واصلین میں ہو گئے۔

آپ نے لکھا ہے کہ کوئی شیخ کہتا ہے کوئی مخدوم کوئی مرد دین اور کوئی کہتا ہے کہ یہ کام آپ کے قدم کی برکت سے ہوا ہے۔

اے بھائی! جب کہ آپ کی حقیقت آپ پر کھول دی گئی ہے اور دکھا دی گئی ہے تو ہزاروں ہزار مدح و منقبت آپ کی کہتے رہیں لکھتے رہیں آپ ہرگز اس پر فریفتہ نہ ہوں لیس الخبر کالمعاینۃ (وہ حقیقت جو معائنہ میں آچکی اس کے علاوہ کوئی خبر نہیں) ایسے موقع پر یہ دُعا پڑھا کریں اَللّٰھُمَّ اجعلنی خیراً مما یظنون وَلَا تواخذنِی مِمَّا یقولون واغفرلی مِمَّا لَا یعلمُون (اے اللہ میرے لئے جو لوگوں کا حسن ظن ہے مجھے اس سے بہتر بنا اور مجھے اس میں گرفتار نہ کر جو لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں اور مجھے معاف کر دے جس کو لوگ نہیں جانتے ہیں)

اہل معرفت کو لوگوں کی تعریف و تحقیر سے کیا نقصان ہوتا ہے ان کے نزدیک لوگوں کی مدح و ذم دونوں یکساں ہیں۔ مخلوق کے نزدیک جو قابل تعریف ہیں وہ قابل تعریف نہیں اور مخلوق کے نزدیک جو بُرے ہیں وہ بُرے نہیں۔ اللہ کے نزدیک جو ممدوح ہیں وہی ممدوح ہیں اور اللہ کے نزدیک جو بُرے ہیں وہی بُرے ہیں۔ اس قسم کی باتوں سے دل کو صاف رکھئے اور اپنے کام میں مشغول رہئے تاکہ روز بروز افزونی اور ترقی ہوتی رہے ہرگز ہرگز اس کلفت اور سبکی میں نہ پڑیں۔

آپ کی صحبت میں یعنی آپ کے زیر تربیت بہت سارے لوگ مشغولی اختیار کئے ہوئے ہیں سب کو نقصان ہو گا اللہ تعالیٰ نے آپ کی قسمت میں جو لکھا ہے وہی ہو گا اس میں کمی و زیادتی نہیں

ہوگی۔ اتنے سارے لوگ آپ کے سبب اور ذریعہ سے اس کام میں داخل ہوئے ہیں چاہیئے کہ اس کام میں ان کی مناسبت سے عمل کیا جائے اور انکی مناسبت سے بات کہی جائے۔ اور وہ بات نہ کہی جائے جو حق تعالیٰ کے ساتھ آپ کو حاصل ہے جیساکہ ایک عزیز کا مقولہ ہے باشرع ہوشیار باید و باخدا دیوانہ، باعشق آشنا باش وبعقل بیگانہ (شریعت کے معاملہ میں ہوش میں رہو اور خدا کے ساتھ دیوانہ۔ عشق کے ساتھ آشنا رہو اور عقل سے بیگانہ)

خواجہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قول ہے "در ملا گویم اے خدائے من در خلا گویم دوست۔ من و در وحدت گویم اے من" (میں مجمع میں کہتا ہوں اے میرے خدا، تنہائی میں کہتا ہوں میرے دوست، اور وحدت میں کہتا ہوں اے من۔) یہ ہر طرح سے ٹھیک ہے اور ہر طریقہ پر پسندیدہ ہے اور مقبول بھی۔

ارباب معرفت اور اصحاب بصیرت سب کے سب یہی کہتے ہیں کہ جس مقام میں بھی تم پہنچ جاؤ اور جس مرتبہ پر بھی فائز ہو جاؤ تمہیں چاہیئے کہ ہر حال میں شرع کی پابندی کرو۔

دوسری بات یہ ہے کہ مسعود نے خط لکھا تھا اور ایک رسالہ بھی بھیجا تھا کہ چلہ میں بیٹھا ہوں۔ حاسدان گھات میں ہیں ہوشیار رہنا چاہیئے اور ان کو بھی ہوشیار کر دیں۔ اس زمانہ میں اس طرح کی باتیں بہت سننے میں آتی ہیں۔

عاقبت و خاتمت بخیر ہو بحرمت النبی والہ الامجاد

والسلام

مکتوب ـــ ۲۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من پاکباز عشقم تخم غرض نکارم	پشت پناہ فقرم پشت طمع نخارم
نہ بند خلق باشم نہ از کسے ہراسم	مرغ کشادہ بالم برگ قفس ندارم

(میں عشق کا پاکباز پرندہ ہوں غرض کی زیج نہیں ہوتا میں فقر کا محافظ ہوں لالچ کی بیٹھ نہیں کھاتا۔ نہ میں خلق کی قید میں ہوں اور نہ کسی سے ہراساں ہوں میں ایک کشادہ پر و بازو کا پرندہ ہوں قفس کی تیلیاں میرے لئے نہیں ہیں)

آپ کے خطوط متواتر پہنچے گئے اور مطالعہ میں آئے سب میری طبیعت کے موافق اور پسندیدۂ دل ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی بلند ہمتی کو اور بلند کرے اقوال کے بیان اور احوال کے قرینہ سے معلوم ہو چکا ہے اس کے ساتھ ساتھ طلب میں زیادتی کے لئے تحریصاً اور تاکیداً لکھا جاتا ہے۔

اے برادر! مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ اگر دونوں جہان کو آپ کے در پر لاکر ڈال دیں اور کہیں کہ یہ سب تمہارے ہیں جس طرح چاہیں اس میں تصرف کیجئے ہوشیار رہئے وہ جو دنیا و آخرت سے اعلیٰ وارفع ہے اس سے حجاب میں نہ آجائیں اور طریقت کی راہ قطع نہ ہو جائے وہی کہیں جو عارفوں نے کہا ہے ؎

دنیاست بلا خانہ و عقبیٰ ہوس آباد
ماحاصل ایں ہر دو بیک جو نستانیم

(دنیا بلا و مصیبت کا گھر ہے اور عقبیٰ ہوس کی جگہ ان دونوں کا جو کچھ ماحصل ہے اسے میں ایک جو کے عوض بھی نہیں لے سکتا) اور یہی وہ مقام ہے جس کو اپنے زمانہ کے عارفوں کے سلطان حضرت خواجہ بایزید قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا ہے لو اعطاك روحانیہ عیسیٰ ونجوی موسیٰ وخلت ابراھیم صلوٰۃ اللہ علیھم فاطلب ماوراء ذالك فان خزائنه عظمة وراء ذالك كثیراً كثیراً۔ (اگر تمہیں حضرت عیسیٰ کی روحانیت، حضرت موسیٰ کی سرگوشی اور حضرت ابراہیم کی خلت کی یہ نعمتیں عطا کی جائیں تو تم اس سے بھی آگے کی چیز طلب کرو کیونکہ اللہ کی عظمت کے خزانہ میں اس سے بھی بہت زیادہ ہے) جب مطلوب لامتناہی ہے تو اس کی طلب بھی لامتناہی ہوگی اور سالک کا قدم بھی لامتناہی کی جانب بڑھے گا۔ ایسے وقت میں قوت کی زیادتی کی درخواست کرنی چاہئے تاکہ جس مقام میں اس وقت طالب ہے اس سے وہ بلند تر مقام پر پہنچ جائے کسی نے کہا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فرمان قل رب زدنی علما میں اسی بات کی بشارت ہے۔

یہاں عقل اپنا دخل چاہے گی کہ وہ حاوی ہو جائے اور راہ مار دے عقل کہے گی کہ محدث کو قدیم کے بلند ترین کنگرہ اور ممکن کو واجب الوجود کے خیمہ میں داخل ہونے کی راہ نہیں ہے۔ الحذر الحذر یا ایھا الماء والمدر بچو بچو اے مٹی اور پانی کے پتلو بچو۔ کیا یہ نہیں سنا ہے

در جام نیاید اے پسر بحر

رو عشوہ مخر کہ بے شمار است

(اے لڑکے سمندر ایک پیالہ میں نہیں سما سکتا جاؤ ناز و ادا کے خریدار نہ بنو کیونکہ اس کے کرشمے بیشمار ہیں) لیکن عشق جان کے باطن میں کہتا ہے کہ لاتقنطوا من رحمة الله (اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو عشق کا یہ اظہار وجود میں ازل ہی سے ہے عشق تجھ سے کہہ رہا ہے فالمسابقة المسابقة جو پہلے ہو چکا ہے اسے مسابقت ہے۔ اس راہ طلب میں عشق کے اس دہکتے ہوئے انگارے کو دل میں رکھنے کا حکم ہے اسی کو کہا گیا ہے ؎

برخیز دلا بعشق صادق ؎ در راہ طلب برو قدم زن
بر بام فلک برآ بہمت ؎ بر سدرہ منتہی علم زن!
وانگاہ بعون حضرت او ؎ بگذار حدوث و بر قدم زن

(اے دل اٹھ عشق صادق کی مدد سے راہ طلب میں قدم بڑھا۔ آسمان کے بالاخانہ پر اپنی ہمت سے پہنچ جا اور سدرۃ المنتہی پر جھنڈا گاڑ دے۔ پھر اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد سے حدوث سے نکل آ اور قدم کی بارگاہ میں پہنچ جا)

عقل و عشق کے درمیان جو یہ اختلاف ہے وہ اس سبب سے ہے کہ عقل کے طور و طریقہ میں دو چیزیں ہیں محال اور ممکن اور عشق کے طور میں تقسیم ہی نہیں ہے بلکہ سب کچھ ممکن ہے اور یہی وہ بات ہے کہ عشاق یکرنگی کی اصطلاح اختیار کرتے ہیں یعنی عاشقوں کے نزدیک رد و قبول، منع و عطا، وفا و جفا سب ایک ہیں اور یکساں ہیں۔ اس باریک نکتہ کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے۔

فخر الدین کے نام ایک خط[1] اور ان کے لئے طاقیہ اپنے سر سے مس کر کے بھیجا

---

[1] مکتوبات صدی جلد دوم ۵۰۳ میں ایک مکتوب فخر الدین صاحب کے نام ہے جس میں حضرت مولانا ؎

ہے ان کو پہنچا دیں اور وہ عزیزان جنہیں خط نہیں لکھا گیا تھا طول خاطر تھے ان کے نام بھی خطوط جا رہے ہیں ان سب کو دے دیجئے اور سب کو سلام و دعا پہنچا دیجئے۔ آج کل ضعف پیری کا غلبہ ہے آنکھ کام نہیں کرتی۔ ہاتھوں میں بھی رعشہ ہے سب کو فرداً فرداً لکھنا مشکل ہے۔ آپ کی عاقبت بخیر ہو۔ بحرمت النبی والہ الامجاد ـــــــ والسلام

مکتوب ـــ ۲۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر امام مظفر - نفس کافر پر نصرت حاصل ہو کاتب حروف شرف منیری کا سلام ودعا مطالعہ کیجئے۔ اپنے کاموں میں جدوجہد کرتے رہیں تاکہ روز بروز قدم راہ فقر میں بڑھتا رہے، سالکین کے مراتب و درجات حاصل ہوں۔ انشاء اللہ آپ کے کام میں استقامت آگئی تو بے ساقی و شراب مست ہو جائیں گے اور بے تاج و تخت کیقباد و کیخسرو بن جائیں گے۔

بے ساقی و بے شراب مستیم   بے تخت و کلاہ کیقبادیم

---

۲ مظفر بلخی رح سے استفادہ کا حکم دیا ہے۔ حضرت مخدوم رح لکھتے ہیں۔

کار ایں فرزند بمولانا مظفر حوالہ کردہ است، ہرچہ ازوے شنود چناں تصور کند کہ ازیں درویش شنید کہ در جمع امور دریں کار مطیع او بود ہرچہ پیش آید در راہ سلوک بدو کند وحل آں ازو طلبہ وہمت بلند دارد کہ مرید بے ہمت را ترقی نبود	آپ کا کام مولانا مظفر کے حوالہ کیا گیا ہے جو کچھ ان سے سنئے اس کو سمجھئے کہ اسی فقیر سے سن رہے ہیں اس راہ تمام احکام میں ان کے فرمانبردار رہئے راہ سلوک میں جو کچھ پیش آئے اس کو ان ہی سے عرض کیجئے اور اس کا حل ان ہی سے طلب کیجئے ہمت بلند رکھئے اس لئے کہ بے ہمت مرید کی ترقی نہیں ہوتی۔

(ہم بے ساقی و بے شراب مست ہیں اور بے تخت و تاج کیقباد ہیں)

منازل السائرین کی عبارت ہے کیا بندہ اللہ کے عشق سے متصف ہو گیا یا نہیں؟ میں نے کہا اگر عشق کی تفسیر بیان کروں تو یہ ہوگی کہ عشق حد سے آگے بڑھ جانا ہے۔ اللہ کے لئے تو یہ توصیف نہیں ہو سکتی کہ وہ حد سے آگے بڑھ گیا اس لئے وہ عشق کے (اس معنی سے) موصوف نہیں ہوگا، اگر شخص واحد میں ساری خوبیاں جمع ہو جائیں تو وہ اللہ کی جس قدر محبت ہے اس کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ کسی بندہ نے اللہ کی محبت میں اس کی حد کو پا لیا لہٰذا اس معنی میں حق کے ساتھ عشق کی توصیف نہیں کی جائے گی کہ وہ عاشق ہے۔ یہ اقوال مشائخ کے ہیں لیکن میں نے عشق کی دوسری تفسیر بھی کی ہے کہ عشق اللہ کی محبت میں بندہ کا حد سے گذر جانا ہے پس وہ حق ہے اسی طرح ہم عشق کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ اللہ کی محبت میں بندہ کا اپنی حد سے گذر جانا عشق ہے یہ حق ہے، بندہ اس صفت سے متصف ہو سکتا ہے جس کا ہم نے ذکر کیا۔

اس تقریر کا حاصل یہ ہے کہ تجاوز (حد سے بڑھنا) بندہ کی جانب سے ہے بندہ نے جب خدا کو دوست بنایا تو مقام بندگی سے تجاوز کر کے مقام محبی میں پہنچا اور جب اللہ تعالیٰ نے بندہ کو دوست بنایا تو بندہ مقام بندگی سے تجاوز کر کے مقام محبوبی میں پہنچا۔ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ میں یہی معنی حاصل ہے۔ یہاں تک کہ ایک عزیز نے یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ کا نام عشق رکھا ہے۔

فائدہ۔ تمام محققین کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ حروف مقطعات کا اشارہ عشق ہی کیطرف ہے مولانا حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح اسماء الحسنیٰ میں یہی شرح کی ہے اور کتب منزلہ میں سے کسی کتاب میں یہ عبارت ہے لا یزال العبد یذکرنی حتی عشقنی وعشقتہ۔ عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔ بحرمت النبی والہ الامجاد۔

والسلام

مکتوب — ۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم[1]

کاتب حروف شرف یحییٰ منیری کا سلام و دعا مطالعہ کیجئے اور خواجہ فریدالدین عطار کے ان اشعار کو پڑھئے ؎

سالکے راحت طلب ریحان راہ — پیش روح آمد بصد دل روح خواہ
گفت ای عکسی ز خورشید جلال — پرتوے از آفتاب لایزال ؎
ہرچہ در توحید مطلق آمدہ است — آں ہمہ در تو محقق آمدہ است
چون برونی تو ز عقل و معرفت — نے تو در شرح آئی و نے در صفت
نیست بالائے تو مخلوقی دگر — نیست برونِ تو معشوق دگر ؎

(اے وہ سالک ! راہ کی خوشبو سے فرحت چاہنے والے ۔ تو نے روح پائی ہے اب دل کی گہرائی سے روح کی طلب کر اس نے کہا اے آفتاب جلال کا عکس تو آفتاب لایزال کا پرتو ہے ۔ توحید مطلق میں جو کچھ ہے وہ سب تیرے ہی اندر محقق ہے ۔ چونکہ تو عقل و معرفت سے باہر ہے اس لئے تو نہ شرح و بیان میں آسکتا ہے اور نہ تیری توصیف ہی ہو سکتی ہے ۔ تجھ سے پرے کوئی مخلوق نہیں تجھ سے باہر کوئی معشوق نہیں)۔

خوب غور و فکر کیجئے ان اشعار کے رموز و اشارات کو قانون کے مطابق سمجھئے ۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ جو کچھ ہے وہ آپ سے باہر نہیں ہے جس کی طلب ہے اس کو خود اپنے اندر تلاش کیجئے ۔ اور اگر اس پر نظیر اور شہادت چاہتے ہیں تو قرآن شاہد ہے قرآن سے سنئے فی انفسکم افلا تبصرون (وہ تمہارے ہی اندر ہے تم دیکھتے نہیں) اور اس

---

[1] یہ مکتوب قدرے فرق کے ساتھ اور مختصر مکتوبات دوصدی مطبوعہ شرف پریس ص۶۳ جلد دوم میں بھی موجود ہے اور اس کا مکتوب نمبر ۱۶۲ ہے ۔ مترجم ۔

شعر پر بھی غور کیجئے ؎

آدم اول سوئے ہر ذرہ شتافت
تا بخود او رہ نیافت آں را نیافت

(آدم شروع میں ہر ذرہ کے پیچھے تلاش وجستجو میں دوڑے جب تک انہیں اپنی معرفت حاصل نہ ہوئی اُسے نہیں پاسکے) اس شعر میں یہی راز ہے ؎

آنچہ تو گم کردہ ای گشر کردہ ای
ہست اندر تو تو خود را پردہ ای

(تو نے جو کھو دیا ہے یہی تیری کمی ہے وہ تو تیرے اندر ہی ہے تو خود حجاب میں ہے)

قرآن کریم میں ارشاد ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید (میں اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہوں) اسی معنی کی تائید میں ہے۔ یہ سب اس شخص کے لئے ہے جو اہل معنی ہے اہل صورت کا یہاں گذر نہیں۔ اسی کو کہا ہے ؎

ایں ہمہ علم جسم مختصر است
علم رفتن براہ حق دگر است

(یہ سارے علوم جسم مختصر کے علم ہیں حق تعالیٰ کی راہ میں چلنے کے لئے اور ہی علم ہے)

اٹھارہ ہزار عالم میں سے کسی ایک کے لئے یہ نہیں کہا ونفخت فیہ من روحی (میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی) کہا تو صرف آدم ہی کے لئے کہا۔ یہاں تک کہ اس سرفرازی سے مسجود ملائیک ہوئے اور خلافت کے لائق بنے ورنہ مٹی اور پانی کو یہ رتبہ کہاں سے ملتا۔ اسی کو کہا ہے ؎

خاک راچوں کار باپاک اوفتاد	پیش آدم عرش درخاک اوفتاد
آسمان وعرش وعنصر چیست پوست	خاک الحق جملہ را مغز نکوست

(جب اس مٹی کا معاملہ اس پاک سے ہوا تو آدم کے سامنے عرش بھی خاک پر جھک گیا۔ آسمان اور عرش وعناصر کیا ہیں چھلکے ہیں چھلکے۔ قسم ہے حق کی خاک ہی ان سب کا بہترین مغز ہے)

اس سے آگے لکھنے کی گنجائش نہیں۔ راہ بڑی پرپیچ ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

چرخ می خواہد کہ ایں سرے برد   او بسرگردانی ایں سر کے بود ؎

(آسمان چاہتا ہے کہ اس راز کو پالے اسے اس سرگردانی سے وہ راز کیونکر مل سکتا ہے)

گنج خود در قعر جانشن پست کرد

تا کسے آنجا نیارد دست کرد

(خود جو وہ ایک خزانہ ہے اسے جان کے اندر چھپا دیا ہے تاکہ کوئی دوسرا یہاں ہاتھ نہ لگائے)

ایک عزیز نے بطور عذر کہا ہے ؎

اے دریغا ہرچہ گفتم ہیچ بود

دیدہ کور و راہ پیچا پیچ بود!

(وائے حسرت۔ میں نے جو کچھ کہا وہ کچھ نہ تھا آنکھیں اندھی تھیں اور راہ پیچ و خم سے بھری ہوئی)

عاقبت و خاتمت بخیر ہو بحرمت النبی والہ الامجاد۔

فائدہ: — تفسیر لطائف سے فائدہ کی بات عابد دنیا سے نفع اندوز ہوتا ہے جو غیر اللہ ہے عارف جنت سے لطف لیتا ہے جو اللہ کے سوا ہے اور قابل قدر عزیز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے کوئی چیز طلب نہیں کرتا، نہ دنیا میں جاہ و مال اور نہ جنت میں فضل و انعام۔ اور اسی طرح اس میں سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی نہیں۔ نہ مقبولیت نہ احوال یہاں تک کہ وصال بھی نہیں اور اسی طرح فقر کا وصف یہ ہے کہ اس سے ساری حاجتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ (یعنی اس کی کوئی طلب ہی نہیں ہوتی)

فائدہ: — محب وہ ہے جس پر یہ واجب ہے کہ حبیب کی محبوب مراد کو اپنی محبوب مرادوں پر مقدم رکھے۔ جس نے اپنے رب کی محبوب مراد کو اپنے محبوب مرادوں پر مقدم نہیں رکھا وہ اپنے رب کی محبت سے نکل گیا اور جو اللہ کی محبت سے خالی ہوا وہ آخرت کی مشکلات میں پڑ گیا۔

فائدہ: — جب حق اس جناب کو ہے تو اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ باطل ہے اور حق کے لئے باطل کب قابل ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وجود حق ہے اور عدم باطل — اور امکان کا ہونا جو کہ وجود اور عدم کے درمیان ہے۔ امکان جس وجہ سے کہ عدم کی حیثیت رکھتا ہے

باطل ہے اور جس وجہ سے موجود کا وجود رکھتا ہے حق ہے۔

اگر آپ سے ہو سکے تو غیرت کی آگ روشن کیجئے اور اس ذوالوجہین کو جلا ڈالئے تاکہ اس الجھن سے نکل آیئے۔

فائدہ: —— اے برادر! یہ قسم محبت کے استحکام کے لئے ہوتی ہے یعنی جب دو دوستوں میں محبت مضبوط ہوتی ہے تو عالم محبت میں ایک دوسری قسم ہوتی ہے ہماری محبت لم یکنی اور اس کی محبت لم یزلی ہے۔ اور عاشقوں کے مذہب عشق میں غیرت لم یکنی کے لئے نہیں۔ اور جب محبت کو شراب محبت سے مست کرتا ہے تو لم یکنی کو اس میں غرق و پست کر دیتا ہے اور اپنی ہستی کو ہست کر دیتا ہے یہاں تک کہ اسی سے تعبیر کرتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور انا الحق کہنے لگتا ہے۔ اسی معنی کا یہ راز ہے۔

فائدہ: —— اے برادر! ملک وصال عشق کے لائق نہیں۔ اس لئے کہ کبر و تعذر معشوق کی ذات کے لئے لازم ہے۔ کبر و تعذر کی آرائش کے بغیر عشق میسر نہیں ہوتا۔ اور ذلت و خوف عاشق کے وجود کے لئے لازم ہے اس کی آرائش کے بغیر عشق میسر نہیں ہوتا۔ اس مناسبت سے اوصاف میں ایک دوسرے کے ضد ہیں۔ یہ اختلاف عالم اوصاف میں ہے اور یہی اس کا راز ہے

بیچارہ دلم کرد تمنائے وصال ۔۔۔ بشنید ندا از عالم عز و جلال
کائے عاشق دل شکستہ بگذار خیال ۔۔۔ در مذہب ما کشتن تو ہست حلال

(میرے غریب دل نے اس کے وصال کی تمنا کی اس نے اس محبوب کے عالم عز و جلال سے آواز سنی۔ اے خستہ دل عاشق اس خیال کو چھوڑ دے کیونکہ میرے مذہب میں تیرا قتل حلال ہے)

فائدہ: —— اے برادر! وصل ایک بڑا کام ہے اور اس کا وعدہ بھی ہے لیکن کچھ معلوم نہیں کہ اسے غیرت عاشق خزانۂ غیب میں چھپا رکھتی ہے یا غیرت معشوق۔ عقل کہتی ہے کہ وہ شرف عزت جو اس معنی کو اصل ہے عشاق خود ہی اسے چھپا رکھنا چاہتے ہیں۔ عشق کہتا ہے کہ اس سمندر کا وہ انمول موتی ہے جسے سمندر خود بے حد عزیز رکھتا ہے۔ اسی غیرت و حیا سے اس کو خود اپنے اندر چھپائے رکھتا ہے۔

اے برادر! دنیا و آخرت کی ساری نعمتیں درخواست سے حاصل کی جاتی ہیں۔ لیکن وصل برخواست (اپنی ہستی مٹا دینے) سے حاصل ہوتی ہے۔

عشق خود کنجی کرتا ہے کہ جو اس کی طلب کرتا ہے اُسے غیرت کی تلوار سے مٹانے لگتا ہے۔ مگر شکستہ دلی میں مراد پوری ہونے کا وقت آجاتا ہے اور از راہ مرحمت کہہ اٹھتا ہے ھا انا ذا! (ارے ہم تو یہیں ہیں) یہاں عقل حیران و ششدر ہے، عقل کی رسائی نہیں ہے

در مصطبہ فتاد عاشق زار — با محنت بے شمار و درد بسیار
با کبکبہ و دبدبہ اندر شب تار — ناگہ بسر وقت وے آمد دلدار

(شراب خانہ کے چبوترہ پر عاشق زار بے انتہا درد و کرب اور مصیبت میں پڑا ہوا تھا۔ اندھیری رات میں منھ کے بل گرا ہوا تھا ایسے وقت میں یکایک شان و شکوہ کے ساتھ اس کا معشوق آگیا)

فائدہ:—— چھوڑیئے اس قصّہ کو۔ وصل نہ عاشق کی درخواست و طلب سے میسّر ہوتا ہے اور نہ ترکِ طلب سے۔ اگر وصل درخواست سے میسر ہوتا تو جواب میں لن ترانی (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) نہیں کہا جاتا۔ اور اگر درخواست ترک کر دینے سے وصل ہوتا تو الا برداء کبریائی اس کی ردائے کبریائی کا پردہ درمیان میں نہ ہوتا۔

الحاصل معشوق ہی مراد ہونا چاہئے جو عاشق کے وجود سے حاصل ہوتا ہے۔ اس جگہ درخواست گیا اور برخاست گیا۔

فائدہ:—— ہر لمحہ عالم محبوب سے عاشقوں کو خطاب ہو رہا ہے کہ اے مشرق کی طرف دوڑانے والو، اے مغرب کی طرف چکر کاٹنے والو، اے اعلی علین کی طرف نگاہ دوڑانے والو، اور اے تحت الثری کی گہرائی میں تلاش کرنے والو مجھے کہاں ڈھونڈ رہے ہو میں تو یہیں ہوں)

فائدہ:—— اے برادر! جب معشوق ہی خود آپ کو اپنی معرفت تک پہنچا دے تو آپ کی قدر و منزلت کون جان سکتا ہے

اے روے تو مایہ امانی — در ہر دو جہاں بکس نمانی

در عالم تست جمع گشته | بے ہیچ شکے ہمہ معانی
در عین مکانت چوں بجویم | چوں عین تو ہست لامکانی
محبوب قدیم را تو دیدی | در عالم خویشتن عیانی
تو خسرو عالمیں بہ تمکیں | تو راحت عالم جنانی
ایں رمز بگویم اے نکورو | از عالم تو اگر ایمانی
بے شبہ و نظیر و یار و مثلی | بگذار حدیث خود تو آئی

(اے وہ کہ تیرا چہرہ امیدوں کا سرمایہ ہے دونوں جہان میں کسی کو نہ دکھا۔ بلاشک و شبہ تمام اسرار و معانی تیری ہی ذات میں جمع ہیں۔ تجھے میں مکان میں کہاں ڈھونڈھوں جب کہ تیرا عین ہی لامکانی ہے جب کہ محبوب قدیم کو تو اپنی ہی ذات میں عیاں دیکھ چکا ہے تو عالم تمکین کا شاہنشاہ ہے تو ہی عالم جناں کی راحت ہے۔ اے حسین چہرہ والے تیرے ہی عالم سے یہ ایک راز میں کہہ رہا ہوں اگر تو یقین کرے تو بے شبہہ، بے نظیر بے شریک اور بے تمثیل ہے تو خود وہی ہے۔ اپنے ہونے کا قصہ چھوڑ دے)

مکتوب ـ ۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ظلم و عدل و خوب و زشت و کفر و دیں[1] | از جہان عقل برخیز دیقیں
کز جہاں عقل را بر ہم نہی | ذرہ عشقش کند دست تہی

(ظلم و انصاف، اچھا برا اور کفر و دین بے شک عقل کی دنیا کی باتیں ہیں۔ عقل

[1] یہ مکتوب فرق کے ساتھ مکتوبات دوصدی مطبوعہ شرف پریس ص۳۸ جلد دوم میں بھی موجود ہے اور اس کا مکتوب نمبر ۱۱۵ ہے۔ مترجم

کی دنیا کو کنارے کر دو اس کے عشق کا ایک ذرہ تمہیں سب سے تہی دست کر دے گا)

یہ اشارات اور رموز پنہاں واضح ہو جائیں گے اور فرق معلوم ہو جائے گا کہ عشق کے انداز کیا ہیں اور عقل کے طور طریقے کیا ہیں۔ عقل کے طور طریقے دوسرے ہیں اور عشق کے طور وانداز دوسرے ہیں العشق جنون الٰهی (عشق اللہ کا جنون ہے) عاقل پر جو پابندیاں ہیں وہ دیوانوں پر نہیں۔ یہ تسلیم شدہ ہے ؎

ایں دولت بیدلی بہر دل ندہند ایں نزل بخفتگاں منزل ندہند
درعالم عشق آنچہ بے عقل نداشت یک ذرہ بصد ہزار عاقل ندہند

(بیدلی کی یہ دولت ہر دل کو نہیں دیتے نیند کے متوالوں کو منزل تک پہنچنے نہیں دیتے۔ عالم عشق میں بے دلوں کے لئے جو کچھ ہے اس کا ایک ذرہ بڑے سے بڑے عاقل کو بھی نہیں دیتے)

اس شعر میں بھی اسی جانب اشارہ ہے ؎

صف عاشقاں است اینجا مدہ اے فقیہہ پندم
کہ بصریت پرستاں نتواں نماز کردن!

(یہاں عاشقوں کی قطار لگی ہے اے فقیہہ مجھے نصیحت نہ کر کیونکہ یہ دیوانے شہرت پرستوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتے)

عاشق بیدل ہوتا ہے اور ایسا بدن جس کے اندر دل نہ ہو وہ مخاطب نہیں ہے اور یہ ثابت ہے۔ وہ تکلفات و ذمہ داریوں سے باہر ہے۔ جن لوگوں نے بھی اس طرح کے اشعار اور کلمات کہے ہیں ان میں اسی طرح کی باتیں ہیں ؎

عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ است
بیدلاں را عشق تشریف آمدہ است

(عاقلوں کے لئے شرع کی تکلیف اور ذمہ داریاں ہیں اور بے دل عاشقوں کے لئے عشق کا شرف ہے)

مکتوب ۲۵

جب العشق جنون الٰھی (عشق اللہ کی دیوانگی کا نام ہے) ہے تو ان کے ساتھ ایسا ہی ہے۔ وہ ہے کہاں اور اس کے لئے ذمہ داریاں کیسی اور کہاں کی مثل مشہور ہے۔ لیس علی الخراب خراج (بنجر اور خراب زمین پر مالگزاری نہیں لگتی)

اے برادر! یہ تو از روے علم معلوم ہی ہے کہ تکلیف اور ذمہ داریوں کا اطلاق عقل والوں ہی پر ہے وجود میں بھی اور عدم میں بھی —— اور جہاں عشق کا طریقہ رائج ہے وہاں عقل کہاں، یہ سب جو کچھ کہا گیا وہ اس حدیث شریف کے ضمن میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ لا یواخذ العشاق بما صدر منھم عاشقوں سے جو کچھ صادر ہو جاتا ہے اس پر ان سے کوئی مواخذہ نہیں۔ کیونکہ عاشق بیدل ہوتے ہیں ان کے پاس دل ہی نہیں ہوتا۔ جو کچھ ان سے ہو جاتا ہے وہ بے اختیاری میں ہوتا ہے اور بے خبری میں ان سے صادر ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

کار عاشق اضطراری افتد — واں ز فرط دوستداری اوفتد
لاجرم دیوانہ را گرچہ خطا است — ہر چہ می گوید بہ گستاخی رواست
ہر چہ از دیوانہ آید در وجود !!! — عفو فرمایند از دیوانہ زود!

(اضطرار اور مجبوری میں عاشق سے جو کچھ بھی ہو جاتا ہے وہ فرط محبت میں ہوتا ہے مجبوراً دیوانہ اگر غلطی کر جائے اور گستاخی و شوخی کی بات کہہ بھی دے تو اس کے لئے درست ہے دیوانہ تو دیوانہ ہے دیوانے سے اگر دیوانگی میں جو کچھ سرزد ہو جائے اسے فوراً معاف کر دیتے ہیں۔

یہ سب جو کچھ بیان میں آیا اور میں نے کہا یہ ساری باتیں علم کے موافق ہیں۔ اس سے نہ تو اصل میں کوئی نقصان اور کمی ہوتی ہے اور نہ فروغ میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ بہت دقیق اور باریک معنی ہے ظاہر میں خلاف معلوم ہوتا ہے اسی لئے اہل ظاہر اسے قبول نہیں کریں گے لیکن اہل بصیرت سے یہ پوشیدہ نہیں ہے ان کے نزدیک نہایت واضح اور صاف ہے اور عیاں بھی ہے۔ ہاں! جو کور باطن ہیں عقل کے اندھے ہیں سمجھیں یا نہ سمجھیں اس سے ان کو کیا ؎

مور ار شکر بچیند گو مچیں — کور خورشید ار نہ بیند گو مبیں

(چیونٹی اگر شکر کے دانے نہیں چُنے تو کہہ دیجئے نہ چُنے۔ اندھا اگر آفتاب نہیں دیکھے تو کہہ دیجئے نہ دیکھ)

آں راچناں جمال باشد — گر ناز کند حلال باشد
در عالم خویش عاشقاں را — گر بار دہد مجال باشد
با صنع جمال خوب واللہ — نقصاں نبود کمال باشد

(جس کو ایسا جمال حاصل ہو وہ اگر ناز کرے تو اس کے لئے حلال ہے۔ اگر عاشقوں کو اپنی بارگاہ میں باریابی کا شرف بخشے تو یہ اس کے لئے جائز ہے۔ حُسن جمال کی حسین صنعت کو اللہ کی قسم نقصان نہیں ہوگا اس کا کمال کمال رہے گا)

مکتوب ــــ ۲۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر اعز مولانا مظفر۔ اللہ تعالیٰ اپنی محبت کرامت سے مالا مال فرمائے۔
کاتب حروف شرف منیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں ـــ

آپ کا خط اِس وقت ملا۔ پڑھا گیا۔ شور و فغان سے بھرا ہوا ہے۔

اے برادر! امام شِبلی رحمۃ اللہ علیہ سے عارف کی صفت پوچھی گئی فرمایا صمٌّ بکمٌ عمیٌ۔

(عارف بہرے، گونگے اور اندھے ہوتے ہیں) ہم لوگوں کو اس شور و فغاں سے کیا فائدہ ہوگا۔ لب بند رکھنا چاہئے اسی کے اندوہ وغم میں جلتے رہنا چاہئے اور اپنے ماتم و مصیبت میں ڈوبے رہنا چاہئے۔ اس راہ کے ارباب کی یہی روش رہی ہے۔ جب تک اس دنیا میں رہے اسی بات کے رنج وغم میں رہے اور جب دُنیا سے گئے تو بھی اسی بات اور اسی قصہ

کے غم واندوہ میں گئے اور آج جب کہ قبر میں ہیں اور کل جب قیامت میں اٹھیں گے تو بھی اسی اندوہ اور اسی حال میں اُٹھیں گے

• کیا آپ نے یہ نہیں سُنا کہ ان کا درد نہ تو موسیٰ علیہ السلام کے درد جیسا ہوگا اور نہ ان کا سوز موسیٰ علیہ السلام کے سوز جیسا ، نہ ان کا شوق موسیٰ علیہ السلام کے شوق کی طرح ہوگا اور نہ ان کی دُعا موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی طرح ہوگی ، نہ ان کا سوال موسیٰ علیہ السلام کے سوال کے جیسا ہوگا اور نہ اُن کے لئے لن ترانی (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) کا جواب ہوگا۔ اسی اعتبار سے کہا ہے ؎

چوں عاشق خاص راز حضرت	برفور جواب لن ترانی است
اے دوست بدانکہ درخور ما!!	چوبی وچرائی وشبانی است

(جب عاشق خاص کو اس جناب سے فوراً یہ جواب ملا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے اے دوست جان لو کہ ہمارے حال کے موافق ڈنڈا ، چرائی اور چرواہی ہے)

جب موسیٰ علیہ السلام کو جلال رسالت اور شرف نبوت کے باوجود یہ دولت میسر نہ ہوئی تو یقیناً یہ توقع دوسروں کے لئے یوں ہی ہے اسی اندوہ وغم اور اپنے ماتم میں لگے رہنا چاہئے اے برادر! کہنے والوں نے جو کہا ہے کہ میرا درد ابدی ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ صرف بکواس ہے۔ اسی مقام کی یہ بات سُنئے۔

ہمہ مردان دیں رازیں مصیبت	جگرہا تشنہ و دلہا خراب است
زدرد دیں ہمہ پیران رہ را	محاسن ہا بخون دل خضاب است

(اس مصیبت سے تمام مردان دیں کے جگر تشنہ اور دل چُور چُور ہیں۔ دین کے اسی درد سے تمام پیران طریقت اپنی ریش مبارک میں خون دل کا خضاب لگائے ہوئے ہیں)

اے برادر! کہئے مُحدِث (یعنی حدوث کی آلودگی کے ساتھ) کو اس بارگاہ بیچوں میں راہ مِل سکتی ہے اسی کو عقل کہتی ہے ؎

در جام نیاید اے پسر بحر
رو عشوہ مخر کہ بے شمار است

(اے لڑکے! سمندر کٹورے میں نہیں سما سکتا۔ جاؤ ناز و ادا کے خریدار نہ بنو کیونکہ اس کے کرشمے بے شمار ہیں۔ الحذر، الحذر، ایھا الماء والمدر (بچو بچو اے مٹی پانی کے پتلے بچو)

عشق کہتا ہے ؎

بکش جام دو سہ از بادۂ عشق
بزن دستی بگو معشوق باماست

(بادۂ عشق کے دو تین جام چڑھالو ہاتھ مارو اور کہو کہ میرا معشوق میرے ساتھ ہے)

یحبھم و یحبونہ (وہ ان سب سے محبت کرتا ہے اور وہ سب اس سے محبت کرتے ہیں) میں یہی راز ہے۔ اور یہ ان لوگوں کے لئے جو عالم عشق کے شیدائی ہیں۔

اسی موقع پر ایک درویش نے کہا ہے کہ یہ آیت یحبھم و یحبونہ میرے لئے ساز عشق کی پہلی آواز ہے۔ اہل علم وصحو کے نزدیک اس آیت کا مفہوم محبت کرنا ہے لیکن اہل عشق کے نزدیک اس کا مفہوم عاشقی ہے۔

اے برادر! جب خلعت یحبھم و یحبونہ آدمی کے لئے بھیجا گیا ہے تو یقیناً آدمی خسرو عالم کون اور بادشاہ جہاں لامکان ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

کاملاں درراہ حق خوں خوردہ اند   بندگی و حق گذاری کردہ اند!!
لاجرم در بندگی سلطاں شدند   بہتر خلق جہاں ایشاں شدند

(کاملوں نے حق کی راہ میں خون کے گھونٹ پیئے ہیں انہوں نے بندگی اور حق کی ادائیگی کی ہے۔ بے شک اس غلامی میں بادشاہ بن گئے ہیں اور تمام مخلوق میں افضل ہو گئے ہیں)

آنکس کہ بیافت وصل اورا   در ہر دو جہاں بکام باشد
سلطاں بود او ز بندگی کیش   در عرف ہمی بنام باشد

(جس کو اس کا وصل حاصل ہو گیا وہی دونوں جہان میں کامیاب و کامراں ہوا۔ اسی بندگی اور غلامی سے وہ بادشاہ ہو گیا اور اسی لقب سے مشہور و معروف ہوا)

ہاتھ میں رعشہ آگیا ہے۔ نظر کام نہیں کرتی، بہت مشکل سے اتنا لکھا گیا ہے۔ والسلام

مکتوب ــــــ ۲۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کاتب حروف شرف منیری کا سلام و دعا مطالعہ ہو۔

آپ کا خط معزالدین لائے۔ مطالعہ کیا۔ فریاد بہت ہے۔

اے برادر! جس منزل میں آپ نے قدم رکھا ہے یہ وہ منزل ہے جس میں مردان راہ بھی فریادی میں ہیں۔ کیا یہ نہیں سنا ہے ؎

قد تحیرت فیك خذ بیدی
یاد لیلاً لمن تحیر فیک

(میں تجھ میں متحیر ہوں میری دستگیری کر۔ اے اس کو سہارا دینے والے جو تجھ میں متحیر ہے)

خواجہ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جس نے تجھ کو پہچانا اور مجھ کو اپنی جان سے ظاہر کیا۔ یہی فریاد ہے۔

اے برادر! محب پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ اس محبت میں اتنی فریاد کرتا ہے۔ کہ دوزخیوں کو اس پر رحم آنے لگتا ہے اور آپ پر بہشت والوں کو بھی رحم نہیں آیا۔ آخر اتنی فریاد ہے کیا۔ اے برادر! دوزخ کی آگ بدن کو جلاتی ہے اور محبت کی آگ جان کو جلاتی ہے نمازیوں کی تلواریں کفار کے ساتھ وہ معاملہ نہیں کرتیں جو محبت کی آگ مجنوں کی جان کے ساتھ کرتی ہے ؎

خاکی از مردم بماند یادگار
از وجود عاشقاں خاکسترے

(آدمی کی راکھ یادگار بن جاتی ہے لیکن عاشقوں کے وجود سے خاکستر بنتا ہے)

جب یہی اصول اور طریقہ ہے تو یقیناً جلنا اور خاکستر ہو جانا ہی ہے۔ فریاد و فغاں سے چھٹکارا نہیں ملے گا پھر تسلیم و رضا کے علاوہ دوسری راہ نہیں۔ جل جانے اور راکھ ہو جانے

کے سوا کوئی دوسری صورت نہیں - محبت میں بقا اور قیام نہیں -

عاشق کی نہ تو گوشت باقی رہتا ہے نہ خون نہ ہڈی نہ چمڑہ - ہاں گردن - پھر وہ لوٹ آتا ہے اپنی تخلیق کی طرف -

والسلام

مکتوب ــــــ ۲۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام مظفر!

یہ دو اہم باتیں سُنئے - جس دل کو اس نے اپنے نور سے منور کر دیا وہ دل حق کے ساتھ عین حق ہو گیا خلوت اور تنہائی اس کے لئے مسلم ہے اس میں کوئی تفرقہ نہیں رہا اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں صادق ہے - ہاں اس صفت کا اثر مظہر چاہتا ہے اور استعداد بھی جو اس کی حکمت کا تقاضا ہے تاکہ وہاں ظاہر ہو - آپ کا دل مستعد ہے اس میں استعداد ہو چکی ہے صفات کا ظہور ہو چکا ہے -

موحد حقیقی وہ ہے کہ جملہ امور میں خواہ زیادہ ہو یا کم وہ حق کی طرف رجوع رہے وگرنہ تعدد اور تکثر میں پڑ جائے گا -

موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اگر آپ کو چوپایہ کے لئے چارہ اور دیگ کے لئے نمک کی ضرورت ہو تو میری طرف رجوع ہوں اور مجھ سے مانگئے -

عارف کی صفت میں لکھا ہے کہ امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ عارف کون ہیں اور ان کی صفت کیا ہے جواب دیا کہ صمٌ بکمٌ عمیٌ (بہرے، گونگے، اندھے) کہا گیا یہ تو کافروں کی صفت ہے - ارشاد ہوا وہ بہرے ہیں حق کی سماعت سے، گونگے ہیں حق کے قول سے، اور اندھے ہیں حق کو دیکھنے سے - اور عارف بہرے، گونگے، اندھے ہیں غیر حق سے -

نماز و روزہ تو میرا فرمودہ ہے اور الہام فرمودۂ حق ہے۔ بلا شبہ فرمودۂ حق مقدم ہوگا
چند سورتوں[۱] کا وظیفہ جو پہلے سے آپ کا ہے ہرگز اسے ترک نہ کریں بلکہ جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا ہوا ہے وہ سب اسی کی برکت سے ہے۔

فائدہ: — نفس کافر سب کے در کا دربان رہا ہے صرف آپ ہی کا نہیں بلکہ تمام مردان راہ کا ہے

مار سیہ دربان در کردہ است آں شیریں پسر
خود عاشقاں در شور و شر چوں بگذرند ایں باب را

(اس حسین محبوب نے اس کالے ناگ کو اپنے در کا دربان بنا کر بٹھا دیا ہے اس کے عاشقوں کا یہ حال ہے کہ فریاد و فغاں میں ہیں کہ اس دروازہ میں کیسے داخل ہوں۔) وگرنہ ایسا ہے کہ اسی دنیا میں بہشت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کے اشارات میں فرمایا کہ کل قیامت کے دن مومنوں کو بہشت میں جو ظاہری طور پر ملے گا اولیا کو باطنی طور پر آج ہی یہاں حاصل ہے۔

توبہ دلانے والے (پیروں) کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس زمانہ کی مناسبت سے جو زبانی اور رسمی

---

[۱] مترجم کا یہ خیال ہے کہ ان سورتوں سے سورہ واقعہ، سورہ جمعہ، سورہ مزمل، سورہ والشمس، سورہ واللیل سورہ والضحیٰ، سورہ الم نشرح، سورہ والتین، سورہ کافرون، سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس مراد ہے۔ اس لئے کہ حضرت مخدوم حسین نوشۂ توحید رحمۃ اللہ علیہ نے اوراد دہ فصلی میں ان سورتوں کی تلاوت کا بہت ہی شد و مد سے حکم دیا ہے۔ حضرت کی عبارت ذیل سے مترجم کے خیال کی تائید ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

درخواندن ایں سورہ مشائخ ما را اہتمام بسیار بود مریدان را بر ملازمت ایں ترغیب می کردند و می گفتند کہ برائے فتح امور دین و دنیا ایں سورہ را تاثیر تمام است بنا بر ان درج کردہ شد	ان مذکورہ سورتوں کے پڑھنے میں ہمارے مشائخین بہت ہی اہتمام رکھتے تھے اور مریدوں کو ترغیب دیتے تھے کہ اسے لازم کرلیں اور فرماتے کہ دینی و دنیاوی امور میں فتحمندی کے لئے ان سورتوں میں بہت تاثیر ہے۔ اسی لئے لکھ دیا گیا۔

توبہ کرنے والے (مریدوں) ہوتے ہیں ان کو شریعت اور طریقت سے واقف کرایا جائے تاکہ وہ صحیح تائب ہو جائیں اور ان کو گناہ پر اصرار نہ رہے۔ جو لوگ مرید ہوتے ہیں یعنی توبہ کرتے ہیں ان کے لئے یہ ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔

پیروں کو چاہیئے کہ ان کی استعداد کے مطابق تعلیم دیں اور تربیت کریں۔ شریعت وطریقت کے مالہ وما علیہ (یعنی جس کے کرنے کا حکم دیا گیا اور جسے منع کیا گیا) کھول کر بیان کریں۔

ہاں! اس دنیا میں جو توبہ کے اہل ہیں انہیں کو توبہ دیں اور توبہ کرنے والے مریدوں کے ساتھ ایسی شفقت ہونی چاہیئے جیسی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہ کے ساتھ تھی۔

یوں تو آج کل (پیری و مریدی) صرف کہنے کی چیز اور رسمی رہ گئی ہے حقیقی کہاں ہے جو ہونا تھا ہو رہا ہے۔ اصلی خوشی اسی میں ہے کہ باخدا دیوانہ باش وشریعت ہوشیار (خدا کی محبت میں دیوانہ ہو جاؤ اور شریعت کی پابندی میں ہوشیار رہو)

یہ سب جو کچھ لکھا گیا آپ خود جانتے ہیں میں کیا لکھوں۔ اس کے باوجود یہ چند سطریں لکھ دی گئیں۔

اب تو یہ حال ہے کہ نظر میں فتور اور کمزوری ہے لکھا نہیں جاتا۔ اس خط کے لکھنے کے وقت ایسا لگتا ہے کہ کاغذ آنکھ کو کھا جائے گا آنکھیں کاغذ کے دیکھنے سے ایسا بھاگتی ہیں۔

مولانا تقی الدین کے آنے کے متعلق آپنے خط لکھا تھا۔ ماشاء اللہ۔ آپ کی نگاہ باطن میں جو آیا ہے ویسا ہی ہے۔ بیچارے نے بڑی محنت کی ہے خون جگر پیا ہے اور بہت کافی استعداد حاصل کر لی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ضائع ہو جائے ان کو نہ چھوڑیئے اپنے ساتھ رکھئے جس کام میں آپ ہیں ان کو بھی وہاں تک پہنچایئے۔

آپ نے طاقیہ رستم کے لئے طلب کیا ہے سے لگا کر بھیجا گیا ہے۔

عاقبت وخاتمت بخیر ہو بحرمتہ النبی والہ الامجاد

والسلام

(صحت نامہ)

ترجمہ مکتوبات بست وهشت میں صحیح تصیح نہ ہونے کی وجہ کر کتابت میں مندرجہ ذیل غلطیاں ہوگئی ہیں درست کرلیں۔

صفحہ	سطر	اضافہ کریں	غلط	صحیح
۱	۱۸	”	خانقاہ ہے،	خانقاہے
۲	۸	”	تکام الناس	کلام الناس
۱۲	۲۱	”	درست	درس
۱۳	۶	”	خور	خود
۱۵	۱۶	کسرا (از)	”	”
۱۸	۹	”	ضا	صا
”	۱۸	”	سودا	سرار
۲۰	۲	”	مولاذا	لاذا
۲۲	۱۳	”	کہتے ہیں	کہتے
۲۴	۱۲	مولانا (نے)	”	”
۳۰	۶	”	آدم کے	آدم کو
۴۸	۸	او (ر)	”	”
۴۹	۵	(سجدہ) ٹھیک کرین	”	”
۵۰	۶		جوہر	جسم
”	”	”	”	عرض
۵۲	۱۱	”	گلر	مگر
۵۴	۱۰	”	خدائی	گدائی
۵۵	۵	”	بکشی	نکشہ
۵۶	۲	”	معنی	معنوی
۵۹	۱	”	موتو	موتوا
۶۰	۳	سب (کچھ)	”	”
۶۱	۱۹	علامتیں (ہیں)	”	”
۶۳	۳	ناقص (ہے)	”	”
۶۵	۱۷	لے گئے (ہیں)	”	”

صفحه	سطر	اضافه کریں	غلط	صحیح
٦٨	١٢	”	نعیه	یعبه
٦٩	١٦	”	دیکھلیں گے	دیکھیں گے
٧٨	”	”	بگوپه	بگوید
٨١	١٠	”	درۂ	زرۂ
٨١	١١	”	اور	او
٨١	آخر سے ٤	”	میں	”
٨٢	آخر سے ٥	”	کی	کو
٨٨	١٠	”	الهه	الهه
٩٥	١٠	بزاته (هے)	”	”
٩٥	آخر سے ٥	حق هے (لیکن)	”	”
٩٨	٣	”	دکھادیا تھا	دکھادیا تاکه
”	١٣	”	کالتهائینة	کالمعائینة
١٠٢	٨	آپ کے کام۔ فقر میں مستقیم هوں گے اور جب فقر کے کام)	”	”
١٠٦	٤	”	جانشن	جانش
١٠٨	آخر سے ٦	”	دوڑانے	دوڑنے
١١٥	آخر سے ٧	”	نمازیوں	غازیوں
١١٦	٢	”	عاشق کی	عاشق کا
١١٨	١٠	”	باخد	باخدا
”	”	(با) شریعت	”	”